تاریخ دارالعلوم محمودیہ رضویہ

پپلاں ضلع میانوالی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم

فہرست

مقدمہ 11

باب اول: دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کا حسن انتظام

فصل اول

دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کا حسن انتظام 13

مہتمم حضرات 13

نامور مدرسین 13

اعزازی مدرس 13

شعبہ حفظ وقرات 14

فارغ التحصیل علماء کرام 15

نامور شاگردان علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ 16

موجودہ اساتذہ کرام

شعبہ درس نظامی 16

شعبہ حفظ 16

امسال سند فراغت لینے والے علماء کرام 17

فصل ثانی

جامعہ محمودریہ رضویہ پپلاں کی ابتداء 18

جامعہ محمودیہ للبنات کا سنگ بنیاد 19

جامعہ محمودیہ رضویہ گیلانیہ فتح پور 20

باب دوم دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کے بانی و منتظمین

فصل اول

حافظ علامہ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ 23

دینی خدمات 24

علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ (عبدالحکیم شرف قادری) 25

علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ (شاہ حسین گردیزی) 27

علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ (مولانا مقبول احمد چشتی موسیٰ والی) 30

علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ (مولانا میاں محمد) 34

خانقاہ معظمیہ مرولہ شریف اور علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ 36

علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات و بیعت 38

فصل ثانی (علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (شاہ حسین گردیزی) 41

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمد اکبر رضوی) 44

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (مولانا مقبول احمد چشتی موسیٰ والی) 45

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ۔۔کچھ یادیں کچھ باتیں (مولانا حافظ محمد اکبر رضوی) 57

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (مولانا حافظ عبدالحمید لیاقت آباد) 58

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (مولانا حافظ اللہ بخش) 59

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کلام شوقؔ پر تبصرہ 66

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق سلیم 68

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (ڈاکٹر عبدالکریم قاسم) 72

نمونہ تحریر علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ 74

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (مولانا محمد عمر چشتی) 77

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ۔فتاویٰ جات کے چند نمونے 80

علامہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ کا منتخب کلام

نعت 83

فارسی کلام 84

غزل 85

غزل 86

غزل 87

غزل 88

متفرق اشعار 88

فصل ثالث (علامہ پروفیسر ریاض محمود صاحب)

علامہ پروفیسر ریاض محمود کا تعارف 91

علامہ پروفیسر ریاض محمود۔شخصیت وخدمات 93

علامہ پروفیسر ریاض محمود کی شخصیت پر تاثرات واظہار خیال (پروفیسر ملک حبیب اللہ اتراء) 96

علامہ پروفیسر ریاض محمود (پیر طریقت فقیر محمد صدیقی، آستانہ عالیہ بھور شریف) 97

علامہ پروفیسر ریاض محمود (صاحبزادہ محمد ضیاء اللہ بھور شریف) 97

علامہ پروفیسر ریاض محمود (سردار محمد سبطین خان) 98

فخر اہل سنت، مجاہد ملت علامہ پروفیسر ریاض محمود (قاری ڈاکٹر محمد مظفر) 99

علامہ پروفیسر ریاض محمود (گفتگو) 101

گفت وشنید

شیخ الحدیث مفتی مولانا مشتاق احمد 108

مولانا محمد اشرف چشتی 110

شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی 112

علامہ پروفیسر ریاض محمود کی کتب پر تبصرے 114

علامہ پروفیسر ریاض محمود کے چند اہم کارنامے

سنی تحریک کا قیام 115

سالانہ جلسہ دستار فضیلت 116

ہفتہ وار درس قرآن 117

سالانہ جلوس عید میلاد النبی ﷺ 118

شہداء کرب وبلا کانفرنس 119

باب سوم

فصل اول (دارالعلوم محمودیہ رضویہ سے متصل اہم شخصیات)

تصدق حسین تصدق المعروف نذیر عالم (ناصر ملک چوک اعظم) 121

تصدق حسین کا حسن کلام 124

غزل 125

غزل 126

قطعہ 127

سرائیکی کلام 127

فصل ثانی (جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ اور سلسلہ تدریس)

مولانا حافظ اللہ بخش 129

مولانا مشتاق احمد 131

قاری عبدالستار 131

علامہ محمد خان درانی 132

مولانا محمد صدیق کمالوی 132

مولانا مفتی محمد نواز 133

مولانا سلطان اعظم قادری 134

مولانا حافظ محمد اکبر رضوی 135

مولانا مقبول احمد چشتی مکھڈوی 136

حوالہ جات 137

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

پپلاں شہر میانوالی کی تحصیل ہے یہ ضلع میانوالی کے جنوب مغرب میں واقع ہے جس کا میانوالی سے تقریباً 50 کلومیٹر فاصلہ ہے۔نامور مورخ پروفیسر اسلم ملک نے پپلاں کو چار ہزار سالہ قصبہ قرار دیا ہے۔پپلاں کو تحصیل کا درجہ دلوانے میں سردار محمد سبطین خان سابق سپیکر پنجاب اسمبلی کا اہم کردار ہے۔

علمی خدمات کے حوالہ سے بات کی جائے تو پپلاں کا نام کافی اہمیت کا حامل ہے۔پپلاں کی تاریخی اور قدیمی اہمیت اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہاں 1903ء کے اندر ایک صوفی باصفا انسان مولانا غلام محمود پپلانوی نے ایک علمی اور روحانی درسگاہ کا قیام عمل میں لایا جو کہ جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کے نام سے قائم ہے۔

ابتداء میں اس کے اندر حفظ کی کلاس کا آغاز ہوا اور اس کے ساتھ شعبہ درس نظامی کو بھی شروع کیا گیا۔ان کی وفات کے بعد 1948ء میں ان کے فرزند مفتی محمد حسین شوق نے اس انتظام کو سنبھالا انہوں نے اپنی پوری لگن اور محنت شاقہ سے ساتھ اس درسگاہ کے لیے شب و روز ایک کر دیا۔نہ صرف اس سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء اپنے علاقہ میں بلکہ ملک پاکستان کے کونے کونے میں پھیلتے چلے گئے۔

1985ء میں ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند علامہ پروفیسر ریاض محمود نے اس انتظام کو سنبھالا اور تا حال وہ علم دین کی اس عظیم خدمت کے اندر مصروف عمل ہیں۔انہوں نے علاقہ کے دینی علمی اور روحانی امور کو بہت زیادہ اہمیت سے نوازا۔علاقہ کے اندر علم کا رجحان اسی خاندان کے ذریعے پہنچا۔

پروفیسر علامہ ریاض محمود نے حال ہی میں جامعہ للبنات کا آغاز کیا جس میں علاقہ سے طالبات کے لیے حفظ اور درس نظامی کا باقاعدہ اہتمام ہے جس کو علامہ پروفیسر ریاض محمود اپنی نگرانی میں چلا رہے ہیں۔اب ان کے ساتھ ساتھ ان کے بیٹے صاحبزادہ نیاز محمود بھی اس عظیم کام میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔اس ادارہ پر اور اس کی دینی خدمات پر لکھنے کے لیے علامہ پروفیسر ریاض محمود صاحب کی خصوصی اجازت ملی اور ان شاء اللہ جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ کی دینی خدمات کے بارے میں بات کرنے کا موقع نصیب ہوا۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے۔آمین!

باب اول

دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کا حسن انتظام

فصل اول

جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ کا حسن انتظام

جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کو اپنے حسن انتظام کے لحاظ سے بھی منفرد اور معتبر ادارہ قرار دیا جاتا ہے۔

مہتمم حضرات

۱۔ مولانا حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مولانا مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ صاحبزادہ پروفیسر علامہ ریاض محمود مدظلہ العالی

نامور مدرسین:

۱۔ مولانا حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مولانا مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ مولانا فیض احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ مولانا حافظ قاضی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ مولانا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ مولانا مفتی محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ مولانا حافظ محمد اکبر رضوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ پروفیسر علامہ صاحبزادہ ریاض محمود مدظلہ العالی صاحب

اعزازی مدرس

۱۔ مولانا فقیر سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ حفظ وقرات

۱۔ حافظ سلطان محمود

۲۔ حافظ سلطان احمد

۳۔ قاری اللہ دتہ

۴۔ قاری عبدالستار

جامعۃ اللبنات محمودیہ رضویہ میں شعبہ حفظ وقرات کا اجرا 26 ستمبر 2004ء کو ہوا۔

نامور علمائے کرام فارغ التحصیل از جامعہ:

۱۔صاحبزادہ محمد لطیف صاحب آستانہ عالیہ بھور شریف تحصیل عیسی خیل

۲۔مولانا محمد اشرف چشتی، جہانیاں جامع مسجد گیلانی

۳۔مولانا محمد شریف رضوی، شیخ الحدیث، مہتمم جامع سراجیہ رضویہ، جھنگ روڈ بھکر

۴۔مولانا غلام سرور چشتی، اسلام پور (روڈی) تحصیل کلور کوٹ

۵۔مولانا محمد اکبر صاحب، جامع مسجد پپلاں

۶۔مولانا محمد عمر چشتی صاحب، کمبوہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۷۔مولانا سلطان راہداری خطیب اعظم کندیاں

۸۔مولانا مشتاق احمد چشتی گولڑہ شریف

۹۔مولانا منظور احمد چشتی

۱۰۔محمد اشرف سیالوی (مہتمم مہریہ چشتیہ)

۱۱۔صوفی محمد عبداللہ خان (عربی ٹیچر گورنمنٹ سکول موسیٰ خیل)

۱۲۔مولانا حافظ اللہ بخش پپلاں

۱۳۔مولانا مظہر قیوم صاحب پپلاں

۱۴۔مولانا میاں محمد صاحب میانوالی

۱۵۔مولانا محمد بشیر چھینوی تحصیل وضلع بھکر

۱۶۔مولانا عبدالحمید صاحب بمقام لیاقت آباد

۱۷۔پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم

۱۸۔قاری ڈاکٹر محمد مظفر سعید

۱۹۔حافظ سلطان احمد

۲۰۔حافظ رب نواز

۲۱۔حافظ غلام احمد

۲۲۔حافظ محمد اکرم

۲۳۔مولانامنظورقریشی

۲۴۔مفتی عبدالرسول (برمنگھم، انگلینڈ)

۲۵۔پروفیسر (ر) علامہ ریاض محمود

۲۶۔مقبول احمد چشتی، موسیٰ والی

نامور شاگردان مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ

۱۔پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

۲۔مولانا عطامحمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔فقیر سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ

موجودہ اساتذہ کرام

شعبہ درس نظامی

۱۔استاذ العلماء علامہ حافظ محمد الیاس چشتی صاحب

۲۔حضرت علامہ محمد خان درانی صاحب

۳۔حضرت علامہ حافظ محمد شریف صاحب

۴۔حضرت علامہ حافظ محمد عطاء الرحمن صاحب

۵۔حضرت علامہ حافظ محمد فیاض صاحب

شعبہ حفظ وناظرہ

۱۔قاری حافظ عبدالستار صاحب

فارغ التحصیل علمائے کرام

امسال سند فراغت لینے والے علماء کرام

۱۔علامہ حافظ محمد بلال

۲۔علامہ حافظ محمد سلیم

۳۔علامہ حافظ رفیع اللہ

۴۔علامہ حافظ محمد انوار

۵۔علامہ حافظ محمد رمضان

۶۔علامہ حافظ امیر عبداللہ

۷۔علامہ حافظ محمد اظہار

۸۔علامہ حافظ محمد اعجاز

۹۔علامہ محمد نذر حسین

۱۰۔علامہ حافظ محمد صفدر

۱۱۔علامہ محمد ثاقب

۱۲۔علامہ حافظ محمد سبطین

۱۳۔علامہ حافظ محمد مستقیم

۱۴۔علامہ حافظ محمد عزیز الرحمن

۱۵۔علامہ حافظ محمد فرحان

۱۶۔علامہ حافظ محمد فاروق

۱۷۔علامہ حافظ محمد سمیع اللہ

۱۸۔علامہ حافظ محمود احمد

۱۹۔علامہ حافظ محمد لطیف کمالوی

۲۰۔علامہ حافظ محمد ندیم

فصل ثانی

جامع مسجد محمودیہ کی ابتداء

جامع مسجد محمودیہ کا قیام حافظ غلام سرور (مرحوم) کی اسلام وقرآن سے محبت اورشوق کی وجہ سے عمل میں آیا ۔آپ کا تعلق کندی اعوان قبیلہ سے تھا آپ اپنے دور کے بہت اچھے حافظ قرآن اور علمی و روحانی شخصیت کے حامل تھے ۔جیسا کہ آپ حافظ قرآن تھے اسی لیے آپ چاہتے تھے کہ آپ کی اولاد اور علاقے کے لوگ حفظ قرآن کی نعمت سے مستفید ہوں ۔اسی لیے وہ مسجد تعمیر کروانے کا شوق رکھتے تھے ۔بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس شوق کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے" جامع مسجد محمودیہ " کی شکل اختیار کی ۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ اور علامہ ریاض محمود صاحب کے داداجان علامہ مولانا مفتی غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ فتح پور زمین کی خریداری کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے ۔ان کے خواب میں مسکین شاہ قلندر سے ان کی ملاقات ہوئی اور حکم دیا کہ زمین نہ خریدو بلکہ مسجد تعمیر کرو۔اسی لیے زمین نہ خریدی اور واپس آگئے اور ایک چھوٹی سی کچی مسجد تعمیر کی تو دوبارہ خواب میں مسکین شاہ قلندر سے ملاقات ہوئی اور حکم دیا کہ ایک بڑی مسجد تعمیر کرو۔آپ نے خواب پورا کرتے ہوئے مسجد کو وسیع وعریض کر کے ایک بڑا ہال کمرہ اور حجرہ تعمیر کروایا۔مسجد کی تعمیر کے لیے آپ نے اپنی کمائی کو دوحصوں میں تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا اسی طرح ایک حصہ مسجد کی تعمیر اور دوسرا حصہ اپنے گھر کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے ۔اسی طرح آپ مسجد کی تعمیر میں خود مزدور کے طور پر کام کیا کرتے تھے ۔

مسجد کے حجرے میں خود رہائش رکھتے تھے اور مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے ۔رمضان المبارک کے مہینے میں نماز تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت کر کے سنایا کرتے تھے ۔آپ کی حسرت تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم اور قرآن مجید مکمل حفظ ہونے کا اہتمام ہو اور باقاعدہ طور پر نماز جمعہ ادا کی جائے ۔آپ کے کہنے پر حضرت علامہ مولانا غلام محمود ،علامہ سید احمد اور ان کے بڑے بھائی فیض احمد بغیر معاوضے کے درس وتدریس کا کام کرتے رہے ۔

رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو مسجد میں شبینہ شریف کا آغاز کیا۔آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادگان حضرت علامہ قاضی نور احمد، حافظ محمد صدیق اور حافظ سلطان محمود آپ کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے باقاعدگی سے شبینہ شریف کا اہتمام کرتے رہے ۔آپ کی زوجہ محترمہ کے بیان کے مطابق آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر مسجد کے ساتھ بنائی جائے تا کہ وہ مسجد میں ہونے والی تلاوت قرآن کو قبر میں بھی سنتے رہیں ۔آپ کی وفات کے بعد مسجد میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے آپ کی قبر مسکین شاہ قلندر دربار کے پاس مسجد میں بنائی گئی ۔آپ کی وفات کے بعد آپ کے

بیٹوں نے مسجد کی توسیع کی۔آپ کے بعد علامہ مفتی غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ اوران کے بیٹے حضرت علامہ مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کا انتظام وانصرام نہایت اچھے طریقے سے سنبھالا اور پورے پاکستان سے تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے تشریف لاتے رہے اوراس فریضے سے سیراب ہوتے رہے۔

اب یہ خدمت حضرت مولانا پروفیسر ریاض محمود صاحب عمدہ طریقے سے نبھارہے ہیں۔

جامعہ محمودیہ للبنات پپلاں کا سنگ بنیاد

"جامعہ محمودیہ للبنات" کی تعمیر 2004ء میں مسلمان بچیوں کی دینی تعلیم کے لیے محلہ غریب آباد پپلاں ضلع میانوالی میں تعمیر کی گئی۔شعبہ درس نظامی، تحفیظ القرآن کے ساتھ ساتھ فاضل عربی کا امتحان دلایا جاتا ہے۔جامعہ محمودیہ للبنات کی طالبات ہر سال سرگودھا بورڈ میں نمایاں کامیابی کے ساتھ امتحان پاس کرتی ہیں۔

2010ء میں اس جامعہ کا الحاق "تنظیم المدارس پاکستان" سے کردیا گیا جہاں طالبات تنظیم المدارس کے تعلیمی نصاب کے مطابق میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے (عربی، اسلامیات) کے امتحانات میں شامل ہورہی ہیں۔

2018ء میں مختلف امتحانات میں پینتالیس طالبات نے کامیابی حاصل کی۔سو کے قریب طالبات نے شعبہ القرآن میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور حاصل کررہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو سرمایہ آخرت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

جامعہ محمودیہ رضویہ گیلانیہ فتح پور لیہ

بقول: ناصر ملک ،چوک اعظم

جس عہد میں حضرت علامہ غلام محمود پپلانوی چھتر شریف میں بحیثیت مدرس پیر سید بہاول بخش گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں حضرت سید نور عالم شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ، احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سید زادوں کو پڑھانے کے لیے مقیم تھے۔ان دنوں انہوں نے فتح پور کے مضافات میں غیر آباد، صحرائی اور بیاباں رقبہ خریدا تھا۔اس زمین کی خریداری کے پس منظر میں پیران چھتر شریف کی ترغیب اور مشورہ شامل تھا۔

مابعد تھل کینال کی تعمیر کے بعد یہ رقبہ آباد ہو گیا اور طویل اور جاں شکن محنت کے بعد یہ رقبہ کاشتکاری کے قابل ہوا جو علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی کی اولاد کے زیر تصرف چلا آ رہا تھا۔ان دنوں اس جگہ کا نام گلشن مہریہ رکھا گیا ہے۔یہیں چک نمبر 106 ایم ایل فتح پور تحصیل کروڑ لعل عیسن میں جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ گیلانیہ (رجسٹرڈ) کا سنگ بنیاد حضرت پیر سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عرف سید گمایا شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایما پر پیر سید نادر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سید زاہد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے 2010ء میں رکھا۔اس موقع پر پیران چھتر شریف کے علاوہ علاقے کی نامور ممتاز شخصیات موجود تھیں۔

اس فقید المثال دارالعلوم کے قیام میں پر فضا مقام، فتح پور شہر اور پیران چھتر شریف کی قربت اور طلباء کی آسان رسائی جیسے عوامل کو مدنظر رکھا گیا۔اس سے ملحقہ رقبہ پر زرعی فارم اور مالٹے اور کھجور کا باغ لگایا گیا ہے۔جس کی وجہ سے ماحول خوشگوار ہے۔

جامعہ ہذا اور اس کے ملحقہ مسجد کی تعمیر دو سال کی قلیل عرصہ میں مکمل ہو گئی تو 2012ء میں شعبہ ناظرہ قرآن قائم ہو گیا ۔کچھ عرصہ بعد اس میں تحفیظ القرآن بھی باقاعدگی سے کام کرنے لگا اور درس نظامی کی تعلیم کا اہتمام بھی ہو چکا ہے۔ اس ادارہ کی سرپرستی جناب پروفیسر علامہ ریاض محمود صاحب فرما رہے ہیں۔پیران چھتر شریف کا اس ادارہ کے ساتھ خصوصی قلبی لگاؤ ہے۔انہوں نے ایک قدیم سلسلہ محبت کو برقرار رکھا ہوا ہے۔

یہاں مولانا حافظ عارف سلطانی صاحب کو مہتمم مقرر کیا گیا ہے۔جو مدرسہ و مسجد کی کل وقتی دیکھ بھال کرتے ہیں اور خدمت دین کا فریضہ خلوص دل سے سرانجام دیتے ہیں۔انہوں نے مدرسہ حسینیہ رضویہ فتح پور سے قرآن پاک حفظ کیا اور پھر درس نظامی کی تکمیل کے بعد مدرسہ محدث اعظم فیصل آباد سے سند فراغت پائی۔بہت شفیق، محنتی اور خدمت دین کا

جذبہ رکھنے والے انسان ہیں۔

مدرسہ حسینیہ رضویہ اس علاقہ کی بڑی درس گاہ ہے جہاں سینکڑوں طلبہ حصول علم کے لیے مقیم ہیں۔اس ادارے کا قیام مولانا فیض احمد صاحب کا سنہری اقدام ہے۔اس کے بعد مولانا صدیق صاحب اوراب مولانا عطاء رسول صاحب اور مولانا بشارت صاحب نے خدمت دین متین کا علم سنبھال رکھا ہے۔اس ادارے کی منتظمین ادارہ محمودیہ رضویہ گیلانیہ فتح پور کے ساتھ والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں دارالعلوم کے ہوادار اور عمدہ تعمیر شدہ کمروں کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد موجود ہے جس کا نام جامع مسجد گلشن مہریہ فتح پور رکھا گیا ہے یہ مہتمم صاحب اور دارالعلوم میں پڑھنے والے دیگر اساتذہ کرام کی رہائش کے لیے بھی یہاں نہایت موزوں انتظام کیا گیا ہے۔

دعا یہ ہے کہ رب العزت ان کی اس محنت کو قبول فرمائے آمین ثم آمین!

باب دوم

دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کے بانی و منتظمین

فصل اول

حافظ علامہ غلام محمود پپلانوی

علامہ حافظ غلام محمود پپلانوی گولڑوی ایک بلند پایہ عالم دین، نامور محقق، معروف مولف، علوم کثیرہ پر قادر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ آپ کو علم منطق، صرف، نحو، علم الکلام، علم فقہ، علم تفسیر و حدیث کے علاوہ اصول کے علوم پر کامل دسترس حاصل تھی۔

ولادت:

علامہ حافظ غلام محمود بن نور رنگ بن محمد باقر 1282ھ بمطابق 1865ء بمقام وانڈہ محمد خان پپلاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔

تعلیمی سرگرمیاں:

جب آپ شعور کی عمر کو پہنچے تو والدین کے اسلامی روایات کے مطابق قرآن مجید کی تعلیم سے آپ کی تعلیم کا آغاز کیا آپ بچپن سے ہی ایک ذہین اور مودب طالب علم تھے۔ آپ نے قرآن مجید حافظ محمد مرزا سے حفظ کیا۔

خانو خیل قصبہ میں آپ نے درسیات کی ابتداء کی۔ فارسی کی کتب سے آغاز کیا۔ بعد ازاں بندیال کی طرف رخت سفر ہوئے اور فارسی کی باقی کتب مولانا سلطان محمود سے پڑھیں۔ اس کے ساتھ صرف، نحو، عروض و قوافی کی کتب کی تعلیم بھی وہیں سے حاصل کی۔ مولانا احمد الدین چکوالی سے درس مثنوی پڑھی۔ اس کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور تشریف لے گئے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے ریاضی کی تعلیم کا اکتساب کیا۔ مولانا محمود حسن دیوبندی سے دورہ حدیث پڑھا۔

وہ 1902ء میں ہندوستان سے سند فراغت لے کر آئے تھے۔ وہ مختلف دینی مدارس میں پڑھاتے رہے جیسا کہ بھیرہ ضلع سرگودھا، مکھڈ، چکی شیخ، تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان اور نڑھال ضلع ملتان وغیرہ آپ فقہ اسلامی میں دسترس رکھتے تھے

جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں کی دینی خدمات

علامہ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ تھے، نے دینی علوم کو پپلاں کی بے آب و گیاہ سرزمین کو رونق بخشنے کے لیے 1903ء میں یہ مدرسہ قائم کیا۔توکل من اللہ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور استقلال کے ساتھ اس ادارے کو چلاتے رہے مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ درس نظامی کے عالم، ان گنت فنون کے ماہر اور اس کے علاوہ ہیت ریاضی کی تعلیم پر دسترس رکھتے تھے۔

بڑے بڑے علماء جنہیں ان علوم سے استفادہ کی ضرورت ہوتی تھی، مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرتے تھے ۔جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ہیت، ریاضی اور علم تفسیر میں مولانا غلام محمود سے استفادہ کیا۔

شروع میں یہاں رہائشی کمرے کم تھے۔ پھر ضرورت کے مطابق کمرے بڑھتے گئے اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔

مولانا مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تعلق پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے رہا۔آپ نے اپنے والد بزرگوار کے علمی اثاثے کو بہت ترقی دی اور اسے ایک نخل ثمر بار کی طرح پھیلایا۔دور دراز کے لوگ یہاں آکر فیض یاب ہوئے۔علامہ مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے ریاضی کی کتاب "التصریح" پڑھی۔میرے ہم سبق مولانا محمد اکبر رضوی تھے۔

دارالعلوم کے موجودہ مہتمم پروفیسر (ر) ریاض محمود صاحب ہیں جو اپنے والد اور دادا کے علمی ورثے کے امین ہیں اور جدید علوم سے بھی بہ حسن وخوبی بہرہ ور ہیں۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ " جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں " کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور یہاں کے فضلاء اندرون ملک وبیرون ملک تدریس وتبلیغ دین کی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔یہ ادارہ اپنے بانیوں اور مدرسین کے جذبہء اخلاص کے مطابق مستقبل میں پاکستان کا مثالی ادارہ ثابت ہو۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین آباد!

قدوۃ المحققین علامہ مولانا غلام محمود قدس سرہ

امام منقولات، فاضل ریاضیات، ادب عربی کے بلند پایہ ادیب، فقہ حنفی کے متبحر فاضل، سیبویہ زماں مولانا غلام محمود ابن نورنگ بن محمد باقر قوم جٹ وینس، بمقام قصبہ وانڈہ محمد خان، پپلاں ضلع میانوالی میں 1282ھ / 1865ء میں پیدا ہوئے۔ اسی جگہ حافظ مرزا سے قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی، صرف کی کتابیں اور نحو، عروض اور قوافی کی بعض کتابیں مولانا سلطان محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ بندیال ضلع خوشاب سے پڑھیں۔ کتب نحو کی تکمیل مولانا فیض محمد شاہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ شاہ جمال ملتان سے کی۔ جامع فنون کی کتابیں جامعہ نعمانیہ لاہور میں مولانا غلام احمد حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔

کتب ریاضی میں مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ علی گڑھ سے استفادہ کیا۔ درس حدیث مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دیوبند سے لیا۔ 1902ء کو فارغ التحصیل ہو کر پپلاں ضلع میانوالی آئے اور ایک سال بعد یعنی 1903ء میں تدریس کا کام شروع کیا۔

1907ء میں مکھڈ شریف ضلع کیمبل پور (اٹک) تشریف لے گئے۔ اسی دور میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ تین سال تک وہاں قیام کیا اس کے بعد تین سال چکی شیخ ضلع کیمبل پور (اٹک) اور تین سال اپنے وطن میں قیام پذیر رہے۔ تین سال نڑھال ضلع ملتان میں کام کیا پھر واپس آ کر پپلاں میں دارالعلوم محمودریہ رضویہ میں تمام عمر علوم دینیہ کی خدمت میں صرف کر دی۔

آپ کو تمام علوم دینیہ پر زبردست عبور حاصل تھا۔ خاص طور پر صرف و نحو، فقہ و اصول فقہ، ادب عربی، ہیئت، ربع المجیب، ربع المقنطر ہ، زیچ اور علم جفر وغیرہ میں دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ اکثر و بیشتر علم و عرفان کے ماہتاب بن کر چمکے۔ ملک المدرسین مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی زیب مسند تدریس "دارالعلوم مظہریہ امدادیہ" بندیال ضلع سرگودھا اور حضرت مولانا پیر سید کرم شاہ بھیروی فاضل جامعہ الازہر، مدیر اعلیٰ ماہنامہ "ضیائے حرم" آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ شاہکار ہیں۔ چند نام یہ ہیں:

نجم الرحمن:	علم غیب کے موضوع پر فاضلانہ تالیف
ارمغان شاداں:	گرامر فارسی، نحو اور ریاضی میں رسائل

تحفہ ءسلیمانیہ: مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے تکملہ ،عبدالغفور کا حاشیہ

تکملہ ءعبدالغفور کی نہایت ادق کتاب ہے۔اس سے پہلے اس پر کوئی مستقل حاشیہ نہ تھا۔یہ پہلا مستقل حاشیہ ہے جس میں سلیس اور شگفتہ عربی عبارت میں اس کے مطالب کی تشریح اس خوبی سے کی گئی ہے کہ بے ساختہ علامہ تفتازانی کے دقت نظر اور تحریر کی فصاحت و بلاغت کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔

23 رمضان المبارک 1367ھ بمطابق یکم اگست 1948ءکو آپ کا وصال ہوا تو آپ کے صاحبزادے مولانا علامہ محمد حسین شوقؔ دارالعلوم محمودیہ رضویہ میں تدریس علوم وفنون میں مصروف ہو گئے۔

(عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، جلد اول طبع اول، استقلال پریس لاہور 1974ء)

امام النحاۃ حضرت مولانا غلام محمود قدس سرہ

(شاہ حسین گردیزی)

امام النحاۃ حضرت مولانا غلام محمود قدس سرہ قصبہ وانڈہ محمد خان پپلاں ضلع میانوالی میں 1865ء میں پیدا ہوئے۔گاؤں کے امام مسجد حافظ مرزا سے قرآن مجید حفظ کیا۔فارسی ،صرف ونحو،عروض وقوافی کی بعض کتابیں مولانا سلطان محمود تامی ساکن بندیال ضلع خوشاب سے پڑھیں۔

پھر حضرت فیض شاہ جمال ساکن شاہ جمال ملتان سے پڑھیں۔قوافی اور دیگر فنون کی کتابیں جامع نعمانیہ لاہور میں مولانا غلام احمد حافظ آبادی سے پڑھیں۔مولانا احمد دین چکوالی سے بھی استفادہ کیا۔ریاضی کی کتابیں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے پڑھ کر دورہ حدیث دیوبند میں مولانا محمود الحسن سے پڑھا۔یہاں وہ سالانہ امتحان میں اول آئے تھے۔

فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور موضع پپلاں ضلع میانوالی میں پانچ سال تدریس کے بعد مکھڈ شریف ضلع اٹک میں تین سال اور موضع چکی شیخ میں تین سال اور پھر اپنے آبائی وطن میں تین سال تدریس کی۔اسی دوران آپ نے علم نحو میں " تحفہ سلیمانی " جیسی اہم کتاب تصنیف کی۔پھر کچھ احباب کے اصرار پر موضع نڑھال ضلع ملتان میں تین سال تک تدریس کرتے رہے۔آخر میں موضع پپلاں ضلع میانوالی میں مستقل قیام فرمایا اور دارالعلوم محمودیہ رضویہ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی جس میں عمر کے آخری لمحات تک علوم دینیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

آپ کو علوم دینیہ پر کامل عبور حاصل تھا۔تمام علوم وفنون کی کتابوں کا درس دیتے تھے۔دور دراز سے طالبان علم آپ سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتے تھے۔علم نحو میں آپ سیبویہ زماں مشہور تھے۔

اعلیٰ حضرت مجدد امت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ جب 24 اگست 1900ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ کے لیے لاہور گئے تو اس وقت آپ جامعہ حافظ آبادی نعمانیہ لاہور میں مولانا غلام احمد حافظ آبادی کے زیر درس تھے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت کو پہلی مرتبہ دیکھا اور آپ کی محبت اور الفت اپنے دل میں ہمیشہ کے لیے بسا لی۔علوم دینیہ سے فراغت کے بعد حضرت پیر مہر علی شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ان کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور کئی دن قیام کیا۔

لیکن وہ لاہور والی ملاقات آپ کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کھینچ لائی۔چنانچہ قیام مکھڈ شریف کے دوران گولڑہ شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت کی بیعت کر لی۔پھر ہر سال طلباء اور عوام کے جم غفیر کے ساتھ عرس میں شریک ہوتے اور جب

کبھی مسائل میں خدشہ پیش ہوتا تو اعلیٰ حضرت سے حل کراتے تھے۔

وہ شاعری کا ذوق وشوق بھی رکھتے تھے۔اپنی معرکۃ الآراء کتاب "تحفہ سلیمانی" کی ابتداء میں اعلیٰ حضرت کی مدح و ستائش میں رقم طراز ہیں:

شریف اریجے لا یزال
کریما بیدیس لہ مجال
و عقل قدیدین لہ علوم
صعاب لیس ید رکھا الخیال
وقد سالت علوم این نادی
اشرت الیک ذاک ھو المال
ھو الفھا مولانا شفیق
و قرم لا یضاھیہ الرجال
فصد قنا مقالا یا صدوق
فھل کثرت علومک اور مال
وھل انت الغزالی و افلاطون
فھل ثقلت و قارک او جبال
الا یا مادح الطمطام فاسکت
فان المدح لیس لاک المجال

اعلیٰ حضرت کا مولوی حسین علی، ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی سے مناظرہ ہوا۔اس میں بھی آپ پیش پیش تھے۔بعد میں آپ نے مسئلہ علم غیب اور ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک رسالہ "نجم الرحمن" تحریر کیا۔

آپ ایک تدریسی عالم تھے اور عمر کے آخری لمحات تک اسی کام میں مشغول رہے۔بے شمار بندگان خدا آپ سے فیض یاب ہوئے۔

بعض مشاہیر تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔حضرت فقیر سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ ساکن چھپڑ ضلع سرگودھا

۲۔حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ ساکن پدھراڑ ضلع سرگودھا

۳۔حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

۴۔آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی تصانیف یہ ہیں:

۱۔تحفہ سلیمانی

۲۔فاضل سیالکوٹی کے تکملہ عبد الغفور کا حاشیہ (عربی)

۳۔نجم الرحمن (اردو)

۴۔ارمغان شاداں (فارسی گرامر)

آپ کا وصال 23 رمضان المبارک 1367ھ بمطابق یکم اگست 1948ء کو ہوا۔آپ کے فرزندار جمند حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ نے نماز جنازہ پڑھائی اور علم وفضل کے آفتاب کو پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کیا۔

مولانا حافظ غلام محمود پپلانوی

(مقبول احمد چشتی۔موسیٰ والی پپلاں)

حضرت امام النحاۃ سیبویہ زماں مولانا حافظ غلام محمود پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ وانڈہ محمد خان پپلاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔قصبے کا ماحول بہت ہی پاکیزہ تھا اور دینی لحاظ سے بہت ہی اچھا شمار ہوتا تھا جیسا کہ تحفہ سلیمانی میں ہے کہ

وھی قریہء نفسة فی اطراف الفنجاب۔

اس لیے سن شعور کو پہنچتے ہی اپنے قصبہ کے امام مسجد حافظ محمد مرزا سے قرآن پاک حفظ کیا بعد ازاں مزید تعلیم کے لیے رخت سفر باندھا۔فارسی،صرف ونحو اور عروض وقوافی کی بعض کتابیں بندیال شریف میں مولانا سلطان محمود تامی سے پڑھیں۔تامی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین تھے۔فارسی پڑھانے میں یکتائے روزگار ہیں اس کے بعد قصبہ شاہ جمال ملتان میں مولانا فیض شاہ جمالی کی خدمت میں حاضر ہوکر علم نحو کی تکمیل کی۔دیگر علم فنون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ نعمانیہ لاہور میں مولانا حافظ غلام احمد سے فیض یاب ہوئے۔مولانا احمد دین چکوالی سے بھی استفادہ کیا۔مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے علم ریاضی حاصل کیا۔دورہ حدیث شریف کے لیے دیوبند تشریف لے گئے۔بڑی محنت اور جانفشانی سے حدیث شریف پڑھی۔حدیث کی کلاس میں آپ کی رائے کو آپ کے استاد مولوی محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ بڑی ترجیح دیتے تھے اور آپ کے دلائل کو بڑے غور سے سنتے تھے۔

مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مدرس تھے۔ایک بار سبق کے دوران حضرات کو ایک مسئلہ پر گفتگو کرنے کا موقع دیا گیا تو آپ کی تقریر کو شیخ الحدیث دیوبند نے پسند فرمایا۔

استادیم علامہ شوق صاحب سے بندہ نے سنا ہے کہ آپ حدیث شریف کے سالانہ امتحان میں اول آئے تھے۔

فراغت حاصل کرنے کے بعد واپس پپلاں تشریف لے آئے۔کچھ عرصہ یہاں تدریس کرتے رہے پھر اس کے بعد مکھڈ شریف تشریف لے گئے۔آستانہ عالیہ اس وقت بڑے عروج پر تھا۔برصغیر پاک وہند کے علاوہ کابل،قندھار،بلخ اور بخارا سے طلباء آکر استفادہ کرتے تھے۔اس زمانے میں مولانا خواجہ غلام محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین تھے۔جو علم وعرفان میں بہت اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔وہ بہت بڑے عالم دین تھے۔مدرسہ میں قابل ترین اساتذہ کا تقرر ہوتا تھا۔بدیں سبب مولانا پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عالیہ کے مدرس مقرر ہوئے یہاں تین سال تک تدریس فرماتے رہے۔اس طرح مختلف اوقات میں مرولہ شریف اور پیر چھتر شریف میں تدریس فرماتے رہے دیگر کئی مقامات کے علاوہ بھیرہ شریف میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

اس وقت ضیاء الامت پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ تعلیمی مراحل طے فرما رہے تھے۔ان کے والد صاحب قابل اساتذہ سے آپ کی تعلیم مکمل فرما رہے تھے۔ان کی نگاہ آپ پر پڑی اور حضرت ضیاء الامت کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ کو مقرر فرمایا۔آپ نے پیر صاحب کو نہایت جدوجہد اور محنت سے پڑھایا۔

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ استاد صاحب اس قدر محنتی تھے کہ ایک ایک لفظ پر جھگی ڈال دیتے تھے۔بعد ازاں واپس تشریف لائے اور کچھ عرصے تک مائی صاحبہ والی مسجد میں تدریس فرماتے رہے اور تشنگان علم مستفید ہوتے رہے۔

آپ مکھڈ شریف میں قیام کے دوران وہاں کے روحانی ماحول سے متاثرہ ہوکر جلال پور شریف میں تشریف لے گئے کچھ دن قیام فرما کر گولڑہ شریف چلے گئے اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوگئے۔وہاں تادم زیست حاضری دیتے رہے۔آپ ایک منجھے ہوئے عالم دین تھے۔ہر فن پر کامل دسترس رکھتے تھے۔علم نحو میں سیبویہ زماں مشہور تھے۔علم فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ایک مناظرہ میں مخالف مناظرہ سے کہا کہ میرے ساتھ ذرا سنبھل کر بات کرنا کیونکہ میں نے بارہ بار درمختار پڑھائی ہے وہ بہت بڑے مناظر تھے واں بھچراں میں مولوی حسین علی کے ساتھ ذرا سنبھل کر بات کرنا جس میں مولوی حسین علی بری طرح شکست کھا گئے۔آپ نے ایک رسالہ علم غیب اور ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر فرمایا جو " نجم الرحمن " کے نام سے موسوم ہے۔آج اس رسالہ کی شدت سے ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔اس کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے۔فارسی گرامر میں "ارمغان شاداں" آپ کی تصنیف ہے۔نیز "تحفہ سلیمانی" بھی آپ کی تخلیقی و تحقیقی صلاحیتوں کے بے پایاں مظہر ہے جو تکملہ عبدالغفور کا اہم حاشیہ ہے یہ عربی زبان میں ہے۔اس کی عبارت میں بڑی حلاوت اور سلاست ہے۔اس کتاب کا عنوان حضرت پیر پٹھان خواجہ شاہ سلیمانی تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی نسبت "تحفہ سلیمانی" رکھا گیا تھا۔اس کے مقدمہ میں آپ کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے اس نسبت کی وجہ سے ربع حصہ قیمت میں ارزانی فرمائی گئی ہے۔اس کتاب کی تصنیف و تالیف کی وجہ سے کچھ عرصہ اسباق کا سلسلہ منقطع رہا۔شوال 1366ھ میں بندہ کے پاس کتاب شروع ہوگئی جو طالب علم یہ کتاب یا کچھ سبق پڑھنا چاہے تو اطمینان سے آ کر پڑھے۔سبحان اللہ! پڑھانے کا شوق ایسا ہی ہونا چاہئے۔مدرسین و متعلمین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ "تحفہ سلیمانی" کی تعلیم اول بحث فصل سے شروع کرکے آخر تک پہنچائیں۔اب بھی اس کی تدریس کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو لکھتے وقت بہت محنت کی بہت دقت اٹھائی ہے۔

کتاب کے مقدمے میں یہ اشعار تحریر ہیں۔

غرض نقشیست کز مایا دماند
کہ ہستی نے بینم بقائے
مگر صاحب دے روزے برحمت کند
درکار درویشاں دعائے

ان اشعار سے سبق ملتا ہے کہ آپ کی تصنیف و تالیف کا اہتمام کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔آپ ساری زندگی درس و تدریس کے ساتھ وابستہ رہے۔اس لیے کئی بندگان خدا نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔آپ کے ہاں تلامذہ کا سلسلہ بہت طویل اور وسیع ہے۔

چند مشاہیر کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ چھپڑ شریف

حضرت مولانا کلیم اللہ

مولانا پیر سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ مرولہ شریف

حضرت مولانا محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیر چھتر شریف

حضرت علامہ جامع المنقول مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مولوی ولی اللہ گجراتی

مفتی کفایت اللہ

مفتی محمد حسین حضروی

مفتی اعظم بمبئی مولانا احمد حسن گھوٹوی

فقیر مولوی محمد سعید جامع مسجد سعیدیہ غربی پپلاں

مولانا عبد الشکور سرگودھا

مولوی عبد الستار،صدر مدرس جامع محمودیہ، دربار عالیہ تونسہ شریف

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

حضرت استاذیم مولانا مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم تصدق حسین تصدق المعروف مولوی نذیر عالم رحمۃ اللہ علیہ 23 رمضان المبارک 1367ھ بمطابق یکم اگست 1948ء کو آپ کا وصال پر ملال ہوا۔ آپ کے فرزند ارجمند مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جامع محمودیہ کے قریب علم و فضل کے اس آفتاب کو سپرد زمین کیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

حضرت علامہ جامع المعقول والمنقول حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا میاں محمد صاحب)

سب نعمتوں سے افضل نعمت علم دین ہے۔ جو جتنا علم دین پر باعمل رہے گا۔ اس میں اتنی فضیلت و بزرگی زیادہ ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو علم کی دولت سے نوازا ہے اور توفیق عمل سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت علامہ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ فقہ ونحو، علم معانی، علم ریاضی اور علم فلسفہ میں وقت کے امام مانے جاتے تھے۔ آپ کو مفتی اعظم کی حیثیت حاصل تھی ۔ آپ کا فتویٰ اتنا قوی اور مدلل ہوتا تھا کہ کسی کو تردید یا مخالفت کی جرات نہ ہوتی تھی اور نہ ہی مخالف اس کا سامنا کرسکتا تھا۔ علم مناظرہ پر کمال دسترس تھی اور مناظرے کرنے میں بے مثل تھے۔

فرقہ وہابیہ کے پیشوا مولوی حسین علی واں بھچراں ضلع میانوالی کے ساتھ واں بھچراں میں آپ ﷺ کے علم غیب پر مناظرہ فرمایا کئی گھنٹوں کی بحث کے بعد مذکورہ مولوی لاجواب ہو کر کنارہ کش ہوگیا۔ اس مناظرہ کی روئیداد کے طور پر رسالہ " نجم الرحمن " منظر عام پر آیا۔ اس رسالے میں مصطفی کریم ﷺ کے علم غیب پر دلائل وثبوت کے علاوہ علم المعانی کا لوہا منوایا جس کا فرقہ وہابیت نے آج تک اس کا جواب نہیں دیا۔ وہابیت کے پیشواؤں کا مقولہ ہے کہ اس رسالہ میں منقولات کا بحر الذخائر موجزن ہے۔ اس کی تردید کس طرح کی جاسکتی ہے۔ مذکورہ رسالے کو سمجھنے کے لیے بھی علم درکار ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

محدث پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے درس حدیث میں طلباء کو " نجم الرحمن للرجم حزب الشیطان رسالہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے ہیں کہ اس رسالہ کو سمجھنے کے لیے جمیع علوم درکار ہیں اور بندہ کو فرمایا کہ " میں مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کو سلف الصالحین میں شمار کرتا ہوں۔ میری مولانا سے مناظرہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں ملاقات ہوئی اور علمی موضوعات پر سیر حاصل بحث ہوئی۔

حضرت مولانا مفتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بارعب اور دبدبے والے مدرس تھے۔ فن تدریس میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ استاذ مکرم حضرت علامہ مولانا غلام یاسین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ " سخت سردیوں میں ہم آپ کے دولت خانے پر سحری کے وقت پڑھنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ آپ بیٹھک میں تشریف لاتے اور چارپائی پر لیٹ کر پڑھاتے تھے ۔ ہم عبارت پڑھنے کے دوران ان کے رعب و دبدبے کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو جایا کرتے تھے۔

آپ سے فیض یاب طالب علم بھی آپ کے فن تدریس کے مظہر اتم تھے۔ آپ کے مقرب شاگردوں میں سے حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف، حضرت مولانا صاحبزادہ سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ مرولہ شریف

،حضرت علامہ استاد عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ صاحبزادہ پیر غلام یاسین رحمۃ اللہ علیہ ڈنگہ شریف قابل ذکر ہیں۔ان کے علاوہ بے شمار علماء کرام ومحدثین جو علمی حیثیت رکھتے تھے آپ کے شاگرد تھے۔

کئی علماء فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ سے مختلف علم وفنون سیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔آپ زہد وتقویٰ میں بے مثل تھے۔اپنے مرشد سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے انمٹ محبت وعقیدت اور لگاؤ رکھتے تھے۔

مولانا محمود کے سینکڑوں شاگرد نہ صرف دینی خدمات اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی ملی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔مولانا نے اپنے بیٹے مولانا محمد حسین شوق کی صورت میں دنیاوی دولت کو بہت بڑی دینی متاع سے یہاں کے لوگوں کو بہرہ ور کیا۔

مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے علم دین کی پیاس بجھائی جن میں جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ،مولانا فقیر سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ آف چھپڑ،مفتی عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ،خواجہ فخر الدین سیالوی اور مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

تمام علوم دینیہ پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا خاص طور پر آپ کو ان علوم میں دسترس تھی جیسا کہ صرف ونحو،فقہ اصول ادب عربی وغیرہ۔آپ کے تلامذہ اکثر وبیشتر علم وعرفان کے آفتاب بن کر چمکے۔مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔ا۔نجم الرحمن علم غیب کے موضوع پر لکھی گئی فاصلانہ تصنیف

۲۔ارمغان شادان فارسی گرامر

۳۔نحو اور ریاضی میں رسائل بھی لکھے۔

۴۔تحفہء سلیمانی

۵۔عبدالحکیم سیالکوٹی کے تکملہء عبدالغفور کا عربی حاشیہ

آپ نے نہایت شگفتہ انداز اور جامع انداز میں حاشیہ رقم کیا یہ آپ کا علمی وتحقیقی اور منفرد تاریخی کارنامہ ہے۔انہی نوعیت کا سب سے مشکل کام تکملہء عبدالغفور جیسی ادق کتاب کا حاشیہ اور جامع عربی میں لکھا ہے۔

تحریک پاکستان میں شمولیت

" تحریک پاکستان میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔کانگریس کے حمایتی ملاؤں کی کج فہمی اور کم عقلی پر حیرت کا اظہار انہوں نے اپنے خطوط میں کیا ہے اور پاکستان کے اتحاد واتفاق پر بہت زور دیا۔"

انہوں نے 14 اگست 1947 ءکو یوم آزادی کا سورج طلوع ہوتے دیکھا اور اگلے سال یکم اگست 1948 ءکو اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

خانقاہ معظمیہ مرولہ شریف

اور

علامہ غلام محمود پپلانوی

(پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی پنجاب یونیورسٹی لاہور)

علامہ پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ نے 43-1942ء کا زمانہ خانقاہ معظمیہ میں گزارا۔آپ کا یہ قیام خانقاہ معظمیہ کی تاریخ میں بے حد اہمیت کا حامل ہے اور حضرت پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات اور جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں کی تاریخ میں بے حد نمایاں علامہ پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ معظمیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (مرید وخلیفہ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ) کی درخواست پر خانقاہ معظمیہ میں آئے تھے ۔انہیں یہ زحمت خصوصی طور پر اس لیے دی گئی تھی کہ وہ حضرت خواجہ غلام سدیدالدین معظمیہ (خلیفہ اعظم شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ) کو دورہ حدیث کی تکمیل کرا سکیں۔

علامہ پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اہل خانہ سمیت تشریف لائے تھے۔ایک الگ مکان میں ان کی رہائش کا شایان شان بندوبست کیا گیا تھا۔شعبان، رمضان اور شوال کے مہینے وہ پپلاں میں گزارتے تھے۔باقی ایام میں وہ خانقاہ معظمیہ میں مقیم رہ کر مشغول درس حدیث رہتے تھے۔میرے جدامجد حضرت خواجہ غلام سدیدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ حدیث کی تکمیل آپ ہی سے کی تھی اور آپ ہی نے انہیں سند فراغت عطا فرمائی تھی۔

میرے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے ہم درس مولانا عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ (مدفون۔ضلع خوشاب) نے بھی علامہ پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب حدیث کیا۔دادا جان ہمیشہ اپنے فاضل اجل استاد کی جلالت کے علمی وشخصی کمالات کے بارے میں رطب اللسان رہتے تھے۔

26 جمادی الاول 1360ھ/21 جون 1942ء کو خواجہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ 43 برس کی عمر میں رحلت فرما گئے اور خواجہ غلام سدیدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ معظمیہ کی مسند ارشاد سنبھالی مگر انہوں نے اپنی تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز رکھی اور 1361ھ/1943ء میں علامہ پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔علامہ پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ معظمیہ سے رخصت ہو کر پپلاں منتقل ہو گئے اور اس کے بعد کہیں اور مقیم نہیں ہوئے تا آنکہ 23 رمضان المبارک 1367ھ/ یکم اگست 1948ء کو رحلت فرما گئے۔

حضرت پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بالواسطہ نسبت تلمذ میرے لیے باعث شرف افتخار ہے۔میں نے اپنے جدامجد

حضرت خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالشکور (دار العلوم صدیقیہ معظمیہ ، چک 82 شمالی ضلع سرگودھا) سے بھی استفادہ کیا بعد میں حضرت پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت مولانا غلام محمود پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خاص خانقاہ اور دار العلوم معظمیہ کی تاریخ میں موجود ہے۔

حضرت علامہ غلام محمود پپلانوی رحمۃ اللہ علی کی

حضرت اعلیٰ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات و بیعت

اعلیٰ حضرت مجدد امت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

قدس سرہ جب 24 اگست 1900ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ کرنے لاہور گئے تو اس وقت وہ جامعہ حافظ آبادی نعمانیہ لاہور میں مولانا غلام احمد حافظ آبادی کے زیر درس تھے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو پہلی مرتبہ دیکھ کر ان کی محبت کو اپنے دل میں بسا لیا۔ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد حضرت مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر کئی دن قیام کیا۔ لیکن لاہور والی ملاقات آپ کو وہاں کھینچ لائی۔ اس لیے قیام مکھڈ کے دوران انہوں نے گولڑہ شریف میں حاضر ہو کر بیعت کر لی پھر وہ ہر سال مختلف لوگوں کے ساتھ عرس میں شرکت کرتے اور مسائل کا حل بھی اعلیٰ حضرت کی مدد سے تلاش کرتے۔

ان کو شاعری کا بھی شوق تھا۔ اپنی معرکۃ الارا کتاب تحفہ سلیمانی کی ابتداء میں اعلیٰ حضرت کی تعریف میں رقم طراز ہیں۔

شریف اریجے لا یزال
کریما بیدیس لہ مجال
وہ عقل قدیدین لہ علوم
صعاب یس ید رکھا الخیال
وقد سالت علوم این نادی
اشرت الیک ذاک ہو المال
ہو الفہام مولانا شفیق
وقرم لا رضابیہ الرجال
فصد قنا مقالا تا صدوق
فھل کثرت علومک اور مال
وھل انت الغزالی وافلاطون
فھل ثقلت وقارک اوجبال

الا یا مادح الطمطام فاسکت

فان المدح لیس لاک المجال

اعلیٰ حضرت کوحضرت مولوی حسین علی ساکن واں بھچراں میانوالی سے مناظرہ ہوا۔بعد میں آپ نے علم غیب اور ندائے یارسول اللہ ﷺ پر ایک رسالہ نجم الرحمن تحریر کیا۔

آپ ایک تدریسی عالم تھے۔آپ نے آخری سانس تک یہ کام جاری رکھا۔بے شمار بزرگان اسلام آپ سے فیض یاب ہوئے۔

بعض مشاہیر تلامذہ درج ذیل ہیں۔

حضرت فقیر سلطان اعظم ساکن چھپڑ سرگودھا

حضرت عطامحمد بندیالوی ساکن چھپڑ سرگودھا

حضرت مولانا پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ سرگودھا

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوق

آپ کی تصانیف ہیں۔

تحفہ سلیمانی

فاضل سیالکوٹی کے تکملہ عبدالغفور کا حاشیہ عربی

نجم الرحمن۔اردو

ارمغان شاداں (فارسی گرامر)

فصل الثانی

علامہ مفتی محمد حسین شوق پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ دامت برکاتہم العالیہ

(شاہ حسین گردیزی)

حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ بن امام الخاۃ حضرت مولانا غلام محمود پپلاں ضلع میانوالی میں 1912ء میں پیدا ہوئے ۔اپنے والد ماجد مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ،مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ ساکن چھپڑ شریف ضلع سرگودھا،مولانا ولی اللہ گجراتی ،مولانا غلام رسول ساکن ضلع گجرات اور مولانا مہر محمد اچھروی سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں ۔دورہ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی کفایت اللہ سے پڑھا۔دیوان ابن العارض کے چند اسباق حضرت گولڑوی سے پڑھے ۔

زمانہء طالب علمی میں والد ماجد کے ہمراہ موضع گھوٹہ ضلع ملتان میں اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا۔آپ کہتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ کون سی کتابیں پڑھے ہوئے ہو؟

میں نے عرض کی کہ حضور گلستان پڑھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد دس دفعہ کلمہ شریف،دس دفعہ درود شریف اور دس دفعہ شیرازی کا یہ شعر پڑھا کرو:

بلغ العلی بکماله
کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه واله

ایک دفعہ پھر گولڑہ شریف خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ سکندر نامہ پڑھتا ہوں ۔فرمایا کہ اب سکندر نامہ کے یہ شعر پڑھا کرو:

خدایا جہان پادشاہی تر است
زما خدمت آید خدائی تر است
پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند آں چہ ہستی توئی

آخری دفعہ آپ کے انتقال سے چالیس روز پہلے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ عشق آباد میں رونق افروز تھے

۔مولانا محبوب عالم نے عرض کیا کہ مولوی غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کالڑ کا دست بوسی کے لیے حاضر ہوا ہے اور دعا کا خواستگار ہے۔آپ نے فرمایا کہ ان کا جولڑ کا پڑھ رہا تھا؟ میں عرض کی کہ حضور میں ہی ہوں ۔اس پر آپ نے پوچھا کہ اب کیا کرتے ہو؟ میں عرض کیا کہ پڑھاتا ہوں ۔آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پڑھاتے رہنا اور پھر دعا فرمائی۔"

آپ مزید لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خدمت میں حاضر تھا۔ایک آدمی کو ذکر جہر کا وظیفہ بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ کا طریقہ تو"اللہ ہو" ہے لیکن میری دانست میں"ہواللہ "زیادہ مناسب ہے کیونکہ "ہو" ذات بحث کی طرف اشارہ ہے اور لفظ"اللہ "اس کے ظہور کی علامت ہے اور ظاہر ہے کہ ذات پہلے اور اس کا ظہور بعد میں ہے۔

آپ ایک متبحر عالم دین اور فنون کے فاضل جلیل ہیں۔اپنے والد ماجد کی قائم کردہ درس گاہ محمودیہ رضویہ پپلاں میں علوم اسلامیہ کی تدریس کرتے رہے۔پورے علاقہ میں ایک فقیہہ کی حیثیت سے آپ کے فتوے اور فیصلے کا احترام کیا جاتا ۔فقہ حنفی پر بڑا عبور رکھتے ہیں۔اہل سنت کی تلوار بے نیام ہیں۔بعض فقہی مسائل اور ردوہابیہ میں آپ کے مندرجہ ذیل رسائل شائع ہو چکے ہیں۔

١۔جام حیات
٢۔السیف البارق
٣۔کلمۃ التقویٰ
٤۔بجود والعطاء
٥۔النور والضیاء
٦۔نجوم ہدایت
٧۔دعا مابعد الجنازہ
٨۔ظہور الشفقہ فی عجز عن النفقہ
٩۔منذورات اولیائے کرام
١٠۔افضل الصلوٰۃ علی باعث الحیاۃ

راقم الحروف نے قیام گولڑہ شریف کے زمانہ میں آپ کی بے شمار مرتبہ زیارت کی ۔آپ نہایت کم گو اور نہایت سادہ طبیعت کے مالک ہیں ۔ پروقار، صاحب وجاہت اور نہایت ملنسار ہیں ۔تہبند، کرتہ اور دستار زیب تن فرماتے ہیں ۔ قد میانہ اور جسم بھاری ہے۔سال میں کئی دفعہ گولڑہ شریف حاضری دیتے ہیں۔

آپ کے بعض طلباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔حضرت مولانا مولوی محمد شریف، شیخ الحدیث، مظہر العلوم ملتان

۲۔حضرت مولانا محمد نواز، جال نزد پپلاں ضلع میانوالی

۳۔حضرت مولانا محمد اکبر، خطیب کلورکوٹ ضلع بھکر

۴۔حضرت مولانا محمد اکبر، خطیب پیر محل ضلع فیصل آباد

افسوس کہ کتاب کی اشاعت سے پہلے ہی آپ 2 صفر المظفر 1402ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجے پر فائز کرے۔

آپ کے صاحبزادے مولانا ریاض محمود صاحب مدظلہ العالی جامعہ محمودیہ رضویہ کے منتظم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے آباؤاجداد کے صحیح جانشین ثابت ہوں۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوق دامت برکاتہم العالیہ

(مولانا محمد اکبر رضوی)

سیدی ومرشدی حضرت علامہ الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ، فیصل آباد والے جو محدث اعظم پاکستان کے نام سے مشہور ہیں سے بندہ ناچیز نے 1960ء میں دورہ حدیث پڑھا۔ جب کبھی گھر آنے کا ارادہ ہوتا اور بندہ چند روز کی رخصت طلب کرتا تو آپ رخصت دے دیتے اور فرماتے کہ مولانا کی طرف جانا اور میرا اسلام پیش کرنا اور ساتھ ہی یہ بھی کہنا کہ وہ میرے لیے دعا فرمائیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں قبلہ استاذیم شوق کی قدر و منزلت تھی۔ اسی بنا پر آپ دعا کے خواستگار ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں ہستیوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ قبلہ شوق صاحب کے شاگردوں میں سب سے پہلے دورہ حدیث شریف کے لیے جناب استاذیم ابوالرضا مولانا محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ اور جناب استاذیم حضرت مولانا قاضی نور احمد صاحب تشریف لے گئے اور بعد میں تقریباً ہر سال کوئی نہ کوئی ساتھی جامعہ محمودیہ رضویہ سے فارغ ہو کر دورہ حدیث پاک کے لیے وہاں جاتا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ

(مقبول احمد چشتی، موسیٰ والی)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین متین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ انہی اصحاب خیر میں حضرت علامہ ابن علامہ فقیہہ استاذ المکرم مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ فاضل اجل حضرت مولانا غلام محمود پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت 1912ء میں موضع وانڈہ مقرب پپلاں ضلع میانوالی میں ہوئی۔ دینی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بعد ازاں تحصیل علم کے شوق میں باہر کا سفر کیا۔ واں بھچراں میں مولوی غلام یاسین کے ہاں قیام فرما کر تعلیمی مراحل طے کیے۔ چھپڑ شریف میں حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس طالب تعلیم و تربیت ہوئے۔ یہیں مولانا مہر محمد صاحب اور مابعد گجرات میں مولانا ولی اللہ اور مولانا غلام رسول المعروف انھی والے بابا کے ہاں قیام فرما کر تعلیمی مراحل طے کیے۔ آپ نے "دیوان ابن الفارض" کے چند اسباق حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھے۔ دورہ حدیث شریف میں مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ امینیہ میں پڑھا۔ یاد رہے کہ حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بہت بڑے بزرگ تھے، مفتی کفایت اللہ اور مولوی ولی اللہ گجراتی، تینوں آپ کے والد کے شاگرد تھے جبکہ مولوی غلام یاسین بھی آپ کے درس میں حاضر ہوئے تھے لیکن کسی وجہ سے واپس چلے گئے تھے۔ آپ نے دور دراز کا سفر فرما کر یہ واضح فرما دیا تھا کہ بغیر صعوبت کے علم حاصل کرنا آسان نہیں۔

آپ کو آپ کے والد صاحب نے تمام علوم و فنون پڑھائے۔ میرے استاد محترم حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت شوقؔ صاحب نے اس قدر علوم و فنون حاصل کیے اور آپ کی تعلیم کی تکمیل کے سلسلہ میں بڑے استاد صاحب نے علوم و فنون اس قدر پڑھائے کہ اس زمانے کے طلباء رشک کیا کرتے تھے۔ اب تو کوئی فن پڑھانے کی حاجت نہیں رہی۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے گھر میں ہی تدریس شروع فرمائی لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت پیر طریقت رہبر شریعت خواجہ مولانا زین الدین چشتی نظامی نور اللہ مرقدہ کے حکم کے مطابق ان کے قائم کردہ "مدرسہ زینت الاسلام، ٹبہ شریف ترگ" میں 1932ء میں تشریف لے گئے۔ وہاں بہت ہی محنت اور مشقت سے تدریس

فرماتے رہے۔قاری فتح نور، سابق مدرس ٹبہ شریف نے مجھے بتایا تھا کہ آپ نمازعصر کے بعد طلباء کی جماعت کو ساتھ لے کر سیر و تفریح کے لیے جاتے تھے اور وہاں بھی عربی اشعار کا ترجمہ طلباء سنتے تھے۔اسی زمانے میں حضرت خواجہ فتح محمد بھوروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اکثر و بیشتر جمعرات کے دن حاضر ہوتے اور گاہے بگاہے راستہ میں کلورکوٹ کے ایک مولوی صاحب کے پاس علمی بحث و تمحیص کے لیے ٹھہر جاتے تھے کیونکہ آپ اعلیٰ ذوق رکھنے والی شخصیت تھے ۔حضرت ترگ شریف والے جو کہ علم وحکمت کے نیرتاباں تھے، کے ساتھ آپ کی کئی مسائل کے سلسلہ میں علمی نشست و برخاست ہوتی رہتی تھی۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد مولانا ظہور احمد بگوی کے اصرار پر ان کے قائم کردہ "مدرسہ عزیزیہ بھیرہ شریف" تشریف لے گئے۔وہاں بھی بڑی جدوجہد سے فرائض منصبی سرانجام دیئے۔

کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس گھر پپلاں تشریف لے آئے۔اپنے والد صاحب کے قائم کردہ مدرسہ محمودیہ رضویہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کے انتظام و انصرام میں مگن ہو گئے ۔دارالعلوم اور علاقے کے لوگوں کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی طرف سے مفتی کا منصب اور فرائض سنبھالنے کے لیے اچھے خاصے مشاہرے کی پیش کش کی گئی۔آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا کہ مجھے اس دارالعلوم سے پیار ہے اور میں غریب علاقہ چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا۔اگر میں چلا جاؤں تو میرے والد صاحب کی روح پرفتوح کیا کہے گی؟

آپ نے قناعت پر عمل کر کے دکھایا اور اسی علاقہ میں قیام پذیر رہے۔تادم زیست بادشاہی فرماتے رہے۔حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

دلا گر قناعت بہ دست آوری

در اقلیم راحت ، کنی سروری

ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کی تکمیل کا مرحلہ آتا ہے۔اس کی تکمیل کے لیے آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر حاضر ہوئے۔زمانہ طالب علمی میں ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ موضع گھوٹہ ضلع ملتان میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور حلقہ بیعت میں داخل ہوئے۔آپ فرماتے تھے کہ جب بندہ بیعت ہوا تو حضرت نے پوچھا کہ کیا چیز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت گلستان پڑھتا ہوں۔آپ نے فرمایا۔دس دفعہ درود شریف، دس دفعہ کلمہ شریف اور دس دفعہ یہ شعر پڑھا کرو:

بلغ العلی بکمالہ

کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ والہ

ایک بار پھر حاضری ہوئی تو استفسار فرمایا کہ اب کیا چیز پڑھتے ہو؟ جواباً عرض کیا کہ " سکندر نامہ " پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اب سکندر نامہ کے یہ شعر پڑھا کرو:

خدایا جہاں پادشاہی تو راست

زما خدمت آید خدائی تو راست

پناہ بلندی و پستی توئی

ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

سبحان اللہ! مشائخ کرام کیسے کیسے وظائف عطا فرماتے تھے اور آپ کو اپنے شیخ نے حمدیہ اور نعتیہ علمی اشعار وظیفہ کے طور پر ارشاد فرمائے۔ مگر افسوس کہ آج کل ایسے اشعار کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ چونکہ یہ چیزیں دینی علوم ہی کی تکمیل سے حاصل ہوتی ہیں لہذا نوجوان نسل کو دینی علوم کی طرف توجہ دے کر ایسے اشعار یاد کرنے چاہئیں۔

فرماتے تھے کہ جب آخری مرتبہ حضرت کی وفات سے چالیس روز قبل حاضری ہوئی تو عرض کیا گیا کہ مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا حاضر ہوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان کا بیٹا تو پڑھ رہا تھا۔ بندہ نے عرض کیا کہ میں وہی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اب کیا کرتے ہو؟ عرض کیا کہ پڑھاتا ہوں۔ آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ پڑھاتے رہنا۔

برو دامن علم گیر استوار

کہ علمت رساند بدارالقرار

دنیا شاہد ہے کہ آپ نے اپنے شیخ کامل کے حکم پر عمل کر کے دکھایا۔ تادم واپسیں علم دین کی تدریس فرماتے رہے اور آپ کے تمام معاملات خود بخود حل ہوتے رہے۔ خدا کرے کہ آج بھی اسی پر عمل ہوتا رہے۔

ترا علم در دین و دنیا تمام

کہ کار تو از علم گیرد نظام

آپ کو تدریس سے اس قدر محبت تھی کہ بغیر اسباق پڑھانے کے رہنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ بندہ کا غریب خانہ " دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں " سے تقریباً پانچ کلومیٹر دور موسیٰ والی میں ہے۔ اس وجہ سے 15 شعبان المعظم کی تعطیلات کے موقع پر عرض کیا کہ حضرت رمضان المبارک میں بندہ حاضر ہوتا رہے اور سبق پڑھتا رہے تا کہ جو کتابیں شروع ہیں مکمل ہو جائیں تو ارشاد فرمایا کہ اگر عید کے دن بھی پڑھ لیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہمیں تو پڑھانے سے ہی مسرت

حاصل ہوتی ہے۔ ہم اسی لیے تو بیٹھے ہیں۔

سوائے ایام سفر کے آپ کے ہاں اسباق کا کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔ آپ اپنے طلباء سے بہت محبت فرماتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر خیال فرماتے تھے۔ کھانا آپ کے گھر سے آتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے طلباء کھانا لینے نہ جاتے تو آپ سویرے سویرے تشریف لے آتے تھے اور فرماتے تھے کہ رات کو کھانا رہ گیا ہے اور تم کیوں نہیں پہنچے؟

ایک بار فرمایا کہ میرے اندر اتنی طاقت نہیں رہی کہ میں خود کھانا آپ لوگوں تک پہنچا سکوں اس لیے یاد سے کھانا لے جایا کرو۔

پہلے زمانے میں کھانا خود پہنچا دیا کرتے تھے۔ سید القوم خادمھم پر کتنا ہی عمل ہے اور طلباء سے کتنا پیار ہے کہ کھانا نہ لانے کی وجہ سے تشویش رہتی ہے۔ ایک بار ہم دو ساتھی آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر اسباق پڑھنے میں مصروف تھے ۔ایک خادمہ نے آکر عرض کیا کہ طالب علم سبق سے فارغ ہو کر دانے چکی پر لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں جاسکتے۔ ان سے بوری نہیں اٹھائی جاتی۔ وہ جو باہر بیٹھے ہیں، ان سے کہیں کہ وہ آکر لے جائیں۔

اس وقت باہر فرزندار جمند اختر محمود صاحب اور بھتیجے ملک ممتاز محمود صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ اشارہ ان کی طرف تھا۔ یہ سن کر خادمہ واپس چلی گئی۔

ہم سبق سے فارغ ہو کر بوری اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ ہم کو بوری اٹھانے میں دقت محسوس ہو رہی تھی تو آپ کے تربیت یافتہ فرزندار جمند اختر محمود صاحب نے جب دیکھا کہ طلباء سے بوری اٹھائی نہیں جاتی تو فوراً تشریف لائے اور بوری اٹھوائی۔ یہ آپ کی تربیت کا اثر تھا ورنہ بعض بڑے آدمیوں کے بیٹے کام کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں اور طلباء کو حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں۔ آپ طلباء کے علاوہ دوسرے لوگوں سے محبت بھی رکھتے تھے۔ آپ کے رسالہ " ظہور الشفقت " کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے شعور میں کتنا احساس انسانیت تھا۔ آپ ایک متبحر عالم دین تھے۔ تمام علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ خصوصاً علم فقہ پر دسترس تھی۔

آپ اہل سنت والجماعت کی سیف بے نیام سمجھے جاتے تھے۔ شنید میں آیا ہے کہ حضرت محدث اعظم پاکستان فرماتے تھے کہ علامہ شوقؔ صاحب نے درمختار اور ہدایہ کو سمجھا ہے اور فقہ سے فقہ نکالتے ہیں۔ ایک واقعہ میں حکم مقبولہ فریقین ہونے کی حیثیت سے فیصلہ کیا اور اس میں جو تحقیق و تدقیق پیش کی، اس کو والد صاحب نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ تمہیں تعلیم و تدریس کے علاوہ دوسرے فیصلوں سے بھی منع کرتا کیونکہ میں نے اپنی تمام زندگی میں محسوس کیا ہے کہ آخر حق تو ایک طرف ہوتا ہے اور جس کو حق بات کہی جائے، وہی ہمارا دشمن ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو حق سننے کے بعد شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر اس کو قبول کرے، خواہ اس میں دشمن کا نقصان ہی ہو جیسا کہ

فرمان الٰہی ہے:

ثم لا یجدون فی انفسھم حرجاً

یعنی اس فیصلہ نبوی ﷺ کے سننے کے بعد قطعاً ہرج اور تکلیف دل محسوس نہ کرے لیکن تمہارے سپرد یہ کام نہ ہوتا اور تمہیں پڑھائی چھوڑ کر ورق گردانی کی اتنی تکلیف نہ ہوتی۔اس وقت تک میں نے قبلہ والد صاحب کی گزشتہ تحقیق وتدقیق کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔آپ خود ہی سوچیں کہ کس قدر ذکی تھے قبلہ والد صاحب کہ ایسے حالات کے باوجود کام کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔یہ بات یاد رہے کہ آپ اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ساتھ تقریباً بیس سال تک کام کرتے رہے جیسا کہ استاد مکرم حضرت علامہ مولانا سید احمد قدس سرہ نے آپ کے وصال کے بعد فرمایا، "حضرت علامہ غلام محمود کی وفات حسرت آیات کے موقع پر کمی تو ضرور محسوس کی گئی تھی مگر حضرت علامہ شوق محسوس نہ ہونے دیتے تھے اور انہوں نے اس کمی کو پورا کر کے دکھایا۔چونکہ وہ اپنے والد صاحب کے ساتھ اکثر رہتے تھے،اس لیے انہوں نے معاملات کو اسی طرح قائم رکھا۔اب مجھے بہت کچھ محسوس ہو رہا ہے۔"

یہ ارشاد فرمانے والے بھی ایک مایہ ناز علم دین تھے۔حافظ العلوم والفنون اور محقق وقت تھے جو حضرت کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرتے رہے اور مدرسہ کی رونق میں دن بدن اضافہ فرماتے رہے۔فنون کے اسباق آپ بہت جانفشانی سے پڑھاتے تھے۔علم وتفسیر اور علم وادب ووراثت میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ کے ساتھ طلباء بہت محبت کرتے تھے۔آپ کا ذکر خیر ضمناً آ گیا ہے۔ویسے بھی آپ کا ذکر خدمات مدرسہ محمودیہ میں نہ کرنا تاریخ کے ساتھ ناانصافی ہے۔اگر زندگی نے وفا کی تو آپ کے کمالات پر بھی لکھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔

حضرت علامہ شوق صاحب نہایت کم گو شخصیت اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔پروقار،صاحب وجاہت اور ملنسار انسان تھے۔تہبند،کرتہ اور دستار زیب تن فرماتے تھے۔اپنے مشائخ عظام کا بہت احترام کرتے تھے۔اپنے شیخ کے آستانہ پر کئی بار حاضری دیتے تھے۔

حضرت علامہ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ،حضور غوث زماں خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت عقیدت رکھتے تھے جو "تحفہ سلیمانی" کے مقدمہ سے عیاں ہوتی ہے اور اس کتاب "تحفہ سلیمانی" کی قیمت میں حضرت کے نام کی نسبت کی وجہ سے ربع حصہ ارزانی فرمائی گئی تھی جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں۔اس وجہ سے حضرت استادیم علامہ شوق صاحب تونسہ مقدسہ بھی حاضری دیتے تھے۔آپ علاقائی جلسوں میں بھی حاضری دیتے تھے اور علماء کرام کی سرپرستی بھی فرماتے تھے۔حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار شریف ہمارے گاؤں موسی والی میں ہے، کے عرس مبارک میں تشریف لے جاتے تھے اور آخری دعا فرماتے تھے۔آپ کے انتظار میں یہاں کے لوگوں نے آنکھیں

بچھائی ہوتی تھیں ۔ پہلے دور میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے سالانہ پروگراموں میں اکثر تشریف لے جاتے تھے ۔ محدث اعظم آپ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔

استاد العلماء عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ طلباء کی ایک جماعت اور فقیہہ العصر مولانا عبدالحق بندیالوی مع صاحبزادگان تشریف لاتے ۔ ماشاء اللہ ! کیسی محبت ومودت تھی ۔

مولانا میاں محمد صاحب میانوالی نے بیان فرمایا ہے کہ استادیم حضرت شوق صاحب خضاب استعمال فرماتے تھے جبکہ حضرت محدث اعظم پاکستان احتراز فرماتے تھے ۔ کہتے کہ دیکھو یہ شوق صاحب ہیں اور انہوں نے خضاب استعمال کیا ہوا ہے تو حضرت صاحب فرماتے :

هذا رجل فيه نفع كثيرا۔

اس آدمی سے ہمیں بہت نفع ہے ۔

یہ جملہ فرما کر معترض کو جواب ارشاد فرمایا ۔ فارغ التحصیل علماء کرام کو جو سندات جامعہ رضویہ فیصل آباد سے دی جاتی تھیں ،ان پر مفتی اعظم پاکستان علامہ شوقؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ہوا کرتے تھے ۔ اسی طرح دیگر علمائے کرام آپ کے از حد درجہ قدردان تھے ۔ غزالیءزماں رازیءدوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی بہت عزت افزائی فرماتے تھے ۔ حضرت مولانا عبداللہ چشتی تونسوی خطیب دربار عالیہ محمودیہ تونسہ شریف نے مکھڈ شریف ختم بخاری شریف کے موقع پر مجھے بیان فرمایا کہ جن دنوں ہم انوار العلوم ملتان میں زیر تعلیم تھے ،ان دنوں حضرت علامہ شوقؔ صاحب تشریف لاتے تو آپ کا والہانہ استقبال ہوا کرتا تھا ۔ آپ اکثر تقریب کی صدارت فرمایا کرتے تھے ۔ ان دو حضرات میں سے حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ جلسہ کی صدارت فرمایا کرتے یا حضرت علامہ شوقؔ صاحب ۔ سٹیج پر علامہ کاظمی شاہ صاحب خوش وخرم ان دو حضرات کے آمنے سامنے رواں دواں رہتے تھے ۔

بندہ نے حضرت استاد العلماء بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے سنا ہے کہ ایک بار حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی نے اٹھ کر آپ کا استقبال کیا ۔ اس مجلس میں حضرت علامہ شوقؔ صاحب کے استاد محترم مولانا مہر محمد صاحب اچھروی جو کہ حضرت شیخ الجامعہ کے شاگرد عزیز ہیں بھی شیخ الجامعہ صاحب نشست محمودی کا خیال فرماتے ہوئے احترام واکرام کر رہے تھے ۔ سبحان اللہ ! حضرت شیخ الجامعہ برصغیر کے پانچ دس علماء میں شمار ہوتے تھے ۔

آپ مذاہب باطلہ کا سختی سے محاسبہ فرماتے تھے ۔ آپ کی ہیبت کی وجہ سے پپلاں سے مخالفین کے مشاہیر راہ فرار اختیار کرتے تھے ۔ اس سلسلہ میں غلام خان ،نور الحسن بخاری اور عبدالستار تونسوی کے واقعات مشہور ہیں ۔ آپ فرماتے تھے

کہ جب دہلی میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہا تھا، تب یہ حدیث شریف آئی کہ حضور ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو فرمایا کہ ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ایک آدمی پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا جبکہ دوسرا آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ چغلی کرتا تھا۔حضور ﷺ نے کھجور کی چھڑیاں قبروں پر رکھ دیں اور ارشاد فرمایا، "جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی، ان کی قبروں پر عذاب میں تخفیف رہے گی۔"

جیسا کہ حدیث شریف میں بندہ نے اپنے استاد مفتی کفایت اللہ دہلوی، جو کہ ہندوستان کے مفتی تھے، سے کہا کہ یہاں سے ایصال ثواب کا ثابت ہونا واضح ہے۔انہوں نے کہا کہ کھجور کی چھڑی سے تو ثابت ہو رہا ہے لیکن پھول کیوں ڈالتے ہو؟ تو بندہ نے کہا تا کہ زائرین کو خوشبو پہنچتی رہے اور قبر والے کو فائدہ ملتا رہے۔یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔فرماتے تھے کہ شاید انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کوئی کٹر قسم کا آدمی ہے۔

اسی طرح آپ نے پوری زندگی مسلک حق کی اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی اور مذاہب باطلہ کی تردید فرماتے تھے۔کسی کو جرات نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے سامنے گفتگو کر سکے بلکہ جب بھی آپ کا نام سن لیتے، راہ فرار اختیار کرتے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے۔

ایک بار مولوی عبدالستار تونسوی نے پپلاں آ کر کہا کہ میرے ساتھ کوئی مولوی گفتگو کرے، خواہ مولانا غلام محمود کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔جب آپ کو آ کر بتایا گیا تو طلباء کی ایک جماعت کو حاجی حیات خان مرحوم کی معیت میں ان کے پاس بھیجا کہ ہمیں آپ کا چیلنج منظور ہے۔ہم گفتگو کے لیے تیار ہیں۔جب طلباء پہنچے تو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ سویرے سویرے رخصت ہو گیا ہے۔طلباء اسٹیشن کی طرف گئے تو ان کے کسی رفیق نے کہا کہ وہ گاڑی پر سوار ہو کر چلے گئے ہیں۔طلباء کو یقین تھا کہ وہ ہوٹل کے اندر ہی موجود ہیں۔حاجی حیات خان بھی ہمراہ موجود تھے۔طلباء نے کہا کہ وہ چیلنج کر کے کیوں چلے گئے ہیں؟ سی طرح کے دیگر واقعات بھی مشہور ہیں۔یہ بات یاد رہے کہ آپ سنجیدگی اور متانت کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔اس وجہ سے مخالفین بھی آپ کو کئی مسائل میں حکم تسلیم کر لیتے تھے اور آپ کی بات پر متفق ہو جایا کرتے تھے۔

ایک بار حافظ والا میں ایک تبلیغی اجتماع کے ذریعے مسلک اہل سنت والجماعت کے عقائد سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی گئی۔اس کے دفاع میں آپ نے بہت بڑی عظمت مصطفیٰ ﷺ سنی کانفرنس منعقد کرائی جو بہت کامیاب رہی۔حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحق بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ فقیر محمد باروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ خصوصی طور پر اس عظیم الشان کانفرنس میں

شریک ہوئے۔اس کا اثر یہ ہوا کہ پھر کبھی اس قسم کی کوشش نہ کی گئی۔آپ کا دارالعلوم محمودیہ رضویہ پاکستان کے پہلے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔بندہ ناچیز گزشتہ برسوں میں حضرت محدث اعظم پاکستان کے مزار شریف پر حاضری دینے کے لیے حاضر ہوا اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔بعد میں آپ کے فرزند مولانا قاضی فضل رسول صاحب سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوا۔آپ نے حضرت استادیم صاحب کا جس انداز میں ذکر فرمایا، بندہ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔سامعین سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے، " حضرت شوقؔ صاحب کئی مربعے اراضی کے مالک ہونے کے باوجود بہت سادگی پسند تھے۔"

ان کا مدرسہ جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پاکستان میں اہل سنت والجماعت کا مدرسہ ہے۔ہر سال ہمارے ہاں وہاں کے طلباء دورہ حدیث کے لیے آتے تھے۔یہ سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا۔اب ہمارے ہاں طلباء وہاں سے نہیں آتے۔اس لیے میں سمجھ رہا تھا کہ شاید مدرسہ ختم ہوگیا ہے تو بندہ نے کہا، "الحمدللہ مدرسہ چل رہا ہے اور فیضان شوق جاری ہے۔"

حضرت استادیم قبلہ شوق صاحب کے جانشین اور منتظمین مدرسہ سے دردمندانہ التماس ہے کہ اس طرف مل کر توجہ دیں اور تعلیم سلسلہ وار فرمائیں تاکہ سابقہ رونقیں بحال ہوجائیں۔دیگر تمام مشاغل سے اولین ترجیح تدریس کو ہی دیں جو سلف صالحین کا طریقہ ہے اور حضرت استادیم صاحب کی حیات طیبہ کی ہر گھڑی تعلیم وتدریس کی طرف مصروف نظر آتی ہے، بلکہ آخری دم تک تدریس کا دامن نہ چھوڑا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ جب بندہ ناچیز دارالعلوم محمودیہ رضویہ سے اکتساب علم کر رہا تھا تو مدرسین کی ایک جماعت پڑھانے میں مصروف نظر آتی تھی۔ایک گوشہ میں حضرت استاد المکرم مولانا سید احمد صاحب جلوہ گر ہوتے تھے۔آپ کی تدریس کے ڈنکے بج رہے تھے۔دوسری طرف مولانا مفتی محمد نواز صاحب فقہی جزئیات طلبہ کے اذہان میں اتار رہے ہوتے تھے۔آپ بہت فاضل جلیل تھے۔خود حضرت شوقؔ صاحب کئی امور میں آپ سے مشاورت طلب کرتے تھے۔اسی طرح دوسرے حضرات بھی محو تدریس ہوا کرتے تھے۔

یہ سب برکتیں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی تھیں۔ایک بار کسی آدمی نے آپ سے عرض کیا کہ مدرسہ کے کمرے خوبصورت بنائے جائیں۔آپ نے فرمایا کہ مدرسہ کی بلڈنگ تو بن جائے گی، دیگر تعمیر بھی ہوجائے گی، اصل کام پڑھنا اور پڑھانا ہے۔فرماتے تھے کہ جب ہم گجرات میں پڑھتے تھے تو مدرسہ سے بہت دور رہتے تھے۔وہاں سے آکر سبق پڑھ جاتے تھے۔آج کل تو بہت سی سہولیات میسر آچکی ہیں۔اکابر کی قربانیوں کی طرف نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ علم دین حاصل کرنے کے لیے بہت ہی محنت کرنا پڑتی ہے ورنہ منازل علم طے نہیں ہوسکتیں۔

بقدر الکد تک تسب المعالی

ومن طلب العلا سھر اللیالی

آپ پر عشق الٰہی اور عشق رسول مقبول ﷺ کا غلبہ طاری رہتا تھا۔تمام عمر محبت رسول ﷺ اور ثنائے مصطفیٰ ﷺ میں گزاری۔عید میلا دالنبی ﷺ میں بنفس نفیس شرکت فرماتے تھے اور قیادت کرتے تھے۔بعد میں پورے جلسہ میلا د میں ذکر مصطفی ﷺ سنتے رہتے تھے۔آپ شب بیدار،عابد وزاہد تھے۔تدریس اور افتاء نویسی کے بعد اکثر وقت وظائف اور درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔نماز تہجد پابندی کے ساتھ ادا فرماتے تھے ۔ایک بار تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا کہ بندہ نے والد صاحب کے ایک سید زادے شاگرد کی ترغیب پر اول عمر میں نماز تہجد شروع کی اور پھر پوری عمر بفضلہٖ تعالیٰ کبھی قضا نہ ہوئی۔سچ ہے کہ

صحبت صالح ترا صالح کند۔

آپ اپنے والد کے مزار مبارک کا بہت احترام کرتے تھے۔اکثر ہمیں صبح سبق کے بعد پھول عطا فرماتے کہ روضہ شریف میں مزار شریف پر ڈال دینا۔ایک بار مدرسہ شریف میں تشریف لائے تو ہم قرآن پاک کا دور کررہے تھے ۔فرمایا کہ قرآن پاک کا دور مزار شریف پر بیٹھ کر کیا کریں۔

آپ تدریس اور افتاء نویسی کے علاوہ دینی اور مذہبی خدمت کے لیے رسائل بھی تصنیف فرماتے تھے۔فقہی مسائل اور رد وہابیہ میں مندرجہ ذیل رسائل شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔جام حیات

۲۔السیف البارق

۳۔کلمۃ التقویٰ

۴۔بجود والعطاء

۵۔النور والضیاء

۶۔نجوم ہدایت

۷۔دعا مابعد الجنازہ

۸۔ظہور الشفقت فی عجز عن النفقہ

۹۔منذورات اولیائے کرام

۱۰۔افضل الصلوۃ علی باعث الحیاۃ

ہر رسالہ قابل دید ہے اور فقہی رسائل کا مطالعہ مفتیان کرام اور شرعی مصنفین کے لیے بہت ہی مفید ہے۔دوسرے رسائل اپنے عقائد کو سمجھنے اور ردوہابیہ کے لیے موزوں تر ہیں۔بعض رسائل کی آج کل بڑی مانگ ہے۔اسی طرح آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ کی علمی تصنیف " نجم الرحمن للرجم الشیطان " کی بہت ہی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔بندہ نے کافی عرصہ پہلے اس کا مطالعہ کیا تھا۔یہ آپ کی بہت بڑی کاوش ہے۔دنیائے نجدیت کے پاس اس کا جواب آج تک نہیں ہے۔آپ نے کافی محنت اور مشقت کے ساتھ اسے تصنیف فرمایا ہے۔نجم الرحمن لکھنے کے لیے شرح مقاصد سے حوالہ جات نوٹ کرنے کے لیے مجھے آستانہ عالیہ مکھڈ شریف کا سفر کرنا پڑا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے اکابر اور آپ کے جانشین محترم سے اپیل کرتا ہوں کہ ان نادر اور نایاب کتب بالخصوص " نجم الرحمن " کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ان کتب کا منظر عام پر آنا نہایت ضروری ہے اور مسلک حقہ کی خدمت بھی اسی میں ہے۔

استاد محترم مولانا شوق سخن گو بھی بہت تھے۔آپ کی فارسی کی چند غزلیات اور مناقب بھیرہ کے رسائل میں شائع ہوئے ۔آج بھی پرانے رسائل میں یہ کلام دیکھا جاسکتا ہے۔سرائیکی (پنجابی) دوہڑے اور قوالیاں اکثر و بیشتر پڑھتے رہتے تھے۔آپ دیگر تحاریک کی طرح تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش پیش تھے۔اسی سلسلہ میں آپ کے صاحبزادہ علامہ ریاض محمود صاحب نے قید زنداں کی صعوبت بھی برداشت کی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ آپ نے ساری زندگی تدریس فرمائی،اس لیے آپ کے تلامذہ کے شمار میں چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔مولانا مفتی غلام یاسین قریشی صاحب،آستانہ عالیہ ڈنگہ شریف (خانقاہ)

۲۔مولانا مفتی محمد نواز صاحب،جال شمالی،پپلاں

۳۔شیخ الحدیث مولانا شریف رضوی صاحب،بھکر

۴۔شیخ القرآن مولانا منظور احمد،جنڈانوالہ

۵۔شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی،سرگودھا

۶۔مولانا قاضی نور احمد پپلاں

۷۔مولانا مشتاق احمد چشتی، شیخ الحدیث، گولڑہ شریف

۸۔صاحبزادہ محمد عارف الحسن نورانی، دارالعلوم ڈیرہ اسماعیل خان

۹۔پیر طریقت مولانا مظہر قیوم صاحب پپلاں

۱۰۔پیر جمال الدین کاظمی صاحب، خواجہ آباد شریف

۱۱۔صاحبزادہ پیر محمد لطیف بھوروی صاحب

۱۲۔مولانا محمد اکبر صاحب، پیر محل

۱۳۔مولانا غلام حسین سرمد صاحب، اعظم جامع مسجد، چوک اعظم

۱۴۔مولانا محمد اشرف صاحب، منڈی جہانیاں

۱۵۔مولوی محمد عمر، ڈیرہ اسماعیل خان

۱۶۔جناب شیخ الحدیث مفتی کریم بخش صاحب بلبل بھکر

۱۷۔میاں محمد صاحب شمع صدیقیہ (میانوالی)

۱۸۔مولانا محمد اکبر رضوی صاحب، مدرس جامعہ محمودیہ پپلاں

۱۹۔مولانا غلام محمد باگڑی صاحب

۲۰۔صاحبزادہ علامہ ریاض محمود صاحب (آپ کے فرزند ارجمند)

۲۱۔مولانا غلام سرور صاحب روڈی، اسلام پورہ

۲۲۔مولانا صوفی محمد نواز عابد، فیصل آباد

۲۳۔مولانا سلطان احمد صاحب، خطیب کالا باغ

۲۴۔مولانا حافظ اللہ بخش صاحب، جامع مسجد غوثیہ پپلاں

۲۵۔مولانا فتح محمد یار، ضلع بھکر

۲۶۔مولوی غلام محمد ڈھڈی

۲۷۔پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم

بندہ ناچیز نے بھی آپ کی خدمت عالیہ میں کچھ عرصہ نعلین برداری کا شرف حاصل کیا۔ پوری آب وتاب کے ساتھ زندگی گزارنے کے بعد صبح سویرے خوبصورت لباس میں ملبوس ہوکر اسباق پڑھاتے۔ میرے چھوٹے بھائی منظور احمد نے بھی اسی دن سبق پڑھا۔ اسباق کے دوران فرمایا کہ آج چشمہ والے ڈاکٹر صاحب کے پاس جانے کی تیاری ہے۔ اسبا

ق سے فارغ ہونے کے بعد آدمی مسئلہ پوچھنے آئے تو انہیں مسئلہ سمجھانے کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ وہاں معمولی تکلیف کے بعد 2 صفر المظفر 1406ھ بمطابق 17 اکتوبر 1985ء داعی اجل کی طرف لبیک کہتے ہوئے جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض حضرت مولانا سید احمد صاحب نے ادا کیے جبکہ عوام کی کثیر تعداد نے اشک بار آنکھوں سے آپ کی نماز جنازہ میں شمولیت کی۔ نماز مغرب سے پہلے یہ آفتاب علم وحکمت نالہ وفغاں کے عالم میں غروب ہوا۔

دم واپسیں برلب شوق یارب

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صد یا اللہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادے عطا فرمائے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حکیم فیاض محمود

۲۔ علامہ پروفیسر ریاض محمود

۳۔ صاحبزادہ اختر محمود

۴۔ صاحبزادہ حافظ اصغر محمود

دلی دعا ہے کہ آپ کا فیض جاری وساری ہے۔ تلامیذ وصاحبزادگان آپ کے چشمہء علم وعرفان سے فیض یاب ہوتے رہیں۔ مدرسہ عالیہ کی رونق میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔ آپ کے صاحبزادہ علامہ ریاض محمود صاحب بصحت وخیریت رہیں۔ ان کے تمغہء قیادت ونور سے عوام مستفید ہوتے رہیں اور گلشن محمودی کی خوشبو اور نکہت مسحور کرتی رہے۔ دعا ہے کہ اس باغ کے پھولوں کی مہک سدا بہار رہے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین آباد

مفتی محمد حسین شوقؔ۔۔۔۔۔۔کچھ یادیں کچھ باتیں

(مولانا حافظ محمد اکبر رضوی)

مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ سے مشکوٰۃ شریف پڑھی۔" کتاب الفتن "شروع کرائی۔ان کا انداز تدریس بڑا دلکش،دل نشیں اور عام فہم تھا۔ان کی شخصیت بارعب،نورانی اور جاذب نظر تھی۔وہ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے ۔ابتدا میں آپ کا تخلص "خنداں" تھا۔جسے بدل کر آپ نے "شوق" کر لیا تھا۔

میں جب دورہ حدیث شریف کے دوران گھر چھٹی آتا تھا تو محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ قبلہ شوق صاحب کے لیے خصوصی سلام بھیجتے تھے اور قبلہ شوق صاحب بھی ان کا ذکر خیر بڑے احترام اور عقیدت سے کرتے تھے ۔مولانا مفتی محمد حسین شوق صاحب کی دعوت پر مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ پپلاں میں خطاب کے لیے تشریف لائے اور آپ نے "سرکار مدینہ مختار کل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے موضوع پر بہت دلکش و دلنشیں تقریر پیش کی۔مولانا مفی محمد حسین شوقؔ صاحب بھی فیصل آباد میں دستار بندی کے موقع پر تشریف لے گئے۔دونوں جلیل القدر علمائے کرام ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سالانہ امتحان میں ہدایہ اخیرین کا پرچہ دیا جس میں یہ شعر تھا:

اذا کان یوم قریھۃ طرعالھا

واذا یحاث الحیث یدعا حبذبۃ

ترجمہ: جب سختی کا دن ہو تو مجھے بلایا جاتا ہے اور جب حلوہ بنایا تو بھی حبذب کو بلایا جائے۔میں نے اس شعر کے لفظ" حیث " کی تشریح لکھی یعنی "خشک دہی،کھجور اور شہد" تو آپ نے پرچہ چیک کرتے ہوئے ستر فیصد نمبر عنایت کیے اور اوپر لکھا، "العشر ۃ للتشریح الحیث والباقی للباقی"

ایک مرتبہ جمعہ کی تقریر کے دوران تحدیث نعمت کے طور پر ذکر فرمایا کہ فقیر نے سات دن مسلسل "وصال" کے روزے رکھے۔میں نے ممانعت کی۔حدیث مکروہ نیز یہہ پر محمول کرتے ہوئے ایسا کیا۔

قبلہ شوقؔ صاحب کے زمانے میں مدرسہ کا نظم و نسق مثالی تھا۔روٹی صاف ستھری گھر سے پک کر آتی تھی۔کبھی کسی روٹی پر داغ نہ ہوتا تھا طلبہ پیار و محبت سے ان کی نگرانی میں سکون اور اطمینان قلب محسوس کرتے تھے۔میں نے پروفیسر ریاض

محمود صاحب کے زیر انتظام درس نظامی پڑھایا۔آپ اپنے دادا علامہ حافظ غلام محمود صاحب مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ کے صحیح علمی و روحانی جانشین ہیں اور جامعہ محمودیہ رضویہ کو مثالی درس گاہ بنانے کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔جامعہ للبنات آپ کا قابل قدر کارنامہ ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔

قبلہ استادیم مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(حافظ عبد الحمید، لیاقت آباد)

ایک دفعہ آپ سبق پڑھا رہے تھے کہ آپ نے واقعہ سنایا کہ جب ہم حج پر گئے تو میں نے ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا کہ روضہء رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے اور دعا مانگ رہا ہے۔وہ کہہ رہا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! آپ بہت خوبصورت ہیں۔آپ جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے لیکن یہ بتاؤ کہ ہم ایسے کو جھے (نالائق) کہاں سے بلائے ہیں؟

آپ بہت مہربان انسان تھے۔ایک دفعہ طالب علموں نے شام کو روٹی نہیں کھائی۔ایک دوسرے کی ضد میں کہ ایک کہتا تھا کہ تم روٹی لاؤ، دوسرا کہتا تھا کہ تم لاؤ۔۔۔۔۔کوئی بھی روٹی لینے نہ گیا۔آخر بھوکے سو گئے۔قبلہ استادیم صاحب صبح سویرے آئے اور مجھے بلا کر کہا کہ جاؤ روٹی پکی پڑی ہے، لے آؤ اور انہیں کھلاؤ۔یہ بھوکے پڑے ہیں اور اپنا بھی خیال نہیں کرتے۔

آپ صاحب کرامات اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔جس دن آپ کی دار آخرت کو روانگی ہوئی، اس دن ہم سبق پڑھنے گئے۔میں اور قریشی منظور احمد صاحب۔قبلہ گھر سے تشریف لائے۔انہوں نے بہت اچھا لباس پہنا ہوا تھا۔فرمایا کہ چلو چھٹی کرو، میں نے کہیں جانا ہے۔ہم چلے گئے۔بس تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ پتہ چلا کہ آپ اس دنیا سے ہی چلے گئے ہیں۔ہم نہیں مانتے تھے کیونکہ تھوڑی دیر پہلے تو آپ ٹھیک ٹھاک تھے۔لیکن گھر گئے، چارپائی پر لیٹے بس اتنی دیر لگی اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔آمین!

اس طرح قبلہ استادیم سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ استادیم محمد نواز صاحب کی قابلیت کہ ان جیسا مدرس اور علامہ پورے پاکستان میں نہیں بلکہ باہر ممالک میں بھی ان کے مایہ ناز شاگرد درس وتدریس کا کام کر رہے ہیں۔

مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا حافظ اللہ بخش)

جو بہار ملتی تو پوچھتا کہ کہاں وہ کیف نظر گیا
وہ صبا کی شوخیاں کیا ہوئیں وہ چمن کا حسن کدھر گیا

کل نفس ذائقة الموت۔

ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

حیات مستعار کے لمحے گزار کر عالم فنا سے عالم بقا کو رخصت ہونا ہے۔ جب پہلا انسان بزم گیتی کی زینت بنا تو اسی وقت سے دنیا سے جانے کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ روزانہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ رخت سفر باندھ کر خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں لیکن ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کے رخصت ہوتے ہی بزم ہستی کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ چمن انسانیت پر خزاں کے بادل منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ فضا سوگوار ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ اس کاروان ذوق وشوق کے ہم سفر ہوتے ہیں جنھوں نے تہذیب وتمدن کو حیات ومَمات کا قرینہ سکھایا۔ جنھوں نے شاہراہ زیست کے مسافروں کو منزل آشنا کیا اور ریاکاری کی دنیا سے دور تکلف وتصنع کی کائنات سے نفور ہوتے ہیں۔ جن کے سینے خودغرضی اور عناد کی بجائے ایثار ومحبت سے معمور ہوتے ہیں۔ پوری زندگی کوئے حبیب کبریا ﷺ کے دریوزہ گری جن کا شعار رہتا ہے اور آئین اسلام کی پاسداری جن کا امتیاز ہے۔ جن کی گفتگو کا ہر جملہ وادیء دل کے لیے بادنسیم کا ایسا جھونکا ہوتا ہے جس سے قلوب واذہان معطر ومعنبر ہو جاتے ہیں۔ جن کا وجود مسعود کفر کی تیرہ شبی میں ایک مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جن کے تذکرے دلربا اور زیارت جانفزا ہوتی ہے۔ اسی کاروان عشق ومستی کے ایک ہم سفر آفتاب علم وحکمت، عظیم المرتبت عالم دین اور بلند پایہ فقیہہ حضرت علامہ مولانا محمد حسین شوقؔ تھے جو آسمان علم وحکمت پر مہر تاباں بن کر چمکے۔ اپنی ضیاء پاشیوں اور نور افشانیوں سے ہزاروں دلوں کو منور کرنے کے بعد 2 صفر المظفر 1985ء کو بروز جمعرات شریف بوقت دس بجے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گئے۔ مرزا غالب نے تو نہ جانے کس کے بچھڑنے پر یہ کہا تھا:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

لیکن ہم یہ شعران مردان حق کی جدائی پر کہنے میں حق بجانب ہیں جو لوگ اس جہان آب وگل کا مان تھے۔ان میں بعض وہ ہیں کہ جن کی آنکھیں بند ہوتے ہی جذب ومستی کے بازار بند ہو گئے۔جن کے بچھڑنے سے فقر ودرویشی کے کوچے اجڑ گئے۔وہ کیا چل بسے کہ تہذیبی روایات رخصت ہو گئیں۔وہ چشم عالم سے کیا پوچھتے کہ آفتاب کو گویا گرہن لگ گیا ۔ادھر انہوں نے آخری ہچکی لی،ادھر شوکت علم کا دم لبوں پر آ گیا۔

کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں کے ساتھ،اسی قافلہ عشق وشوق اور کاروان جذب وشوق کے ایک راہی،عالم بے بدل مفتی محمد حسین شوقؔ جو اہل دنیا سے روٹھ کر کیا گئے کہ قرار دل وجاں بھی لوٹ کر لے گئے۔خدا نے انہیں اتنی خوبیاں دے رکھی تھیں کہ ایک ہی خوبی انہیں زندہ و جاوید رکھنے کے لیے کافی ہے۔آپ ایک مایہ ناز فقیہہ تھے تو صاحب بصیرت سیرت نگار بھی تھے۔بلند پایہ عالم دین اور مقنن اور مدبر بھی تھے۔ایک سیاست دان بھی،ایک درویش بھی تھے۔آپ ایک مجدد دین تھے تو نباض عصر بھی۔غرض ہر لحاظ سے آپ کی ذات ستودہ صفات،ایک ہمہ جہت شخصیت تھی۔آپ کی ذات اس ہفت رنگ ہیرے کی مثل ہے جس کو سورج کے سامنے کیا جائے اور بدل کر اس کا ہر کونہ شعاعوں کے برابر لایا جائے تو ہر رنگ میں اپنی بہار دکھاتا ہے۔کہیں سے ارغوانی،کہیں سے عنابی،کہیں سے سنہری،کہیں سے حنائی تو کہیں سے احمری عکس جھلکتے ہیں۔

ویراں ہے مے کدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

یوں تو دنیا میں لاکھوں انسان پیدا ہوتے ہیں اور دنیا فانی سے راہ ابدی کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور اپنے عزیز واقارب کو داغ مفارقت دے جاتے ہیں۔کسی کی جدائی کا صدمہ صرف اہل خانہ کو ہوتا ہے اور کسی کی جدائی کا صدمہ اہل علاقہ کو ہوتا ہے لیکن پیکر اخلاص ومنبع جود وسخا عالم باعمل محدث کبیر مفتی اعظم پاکستان استاذ الاساتذہ مفتی محمد حسین شوقؔ کے وصال کی خبر تمام اہل اسلام کے لیے ایسا المناک واقعہ ہے کہ ہر درد دل رکھنے والے مسلمان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔آپ کی وفات ایسا المیہ ہے کہ جس کی تلافی صدیوں پوری نہیں ہو سکتی۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

یوں تو بے شمار اہل قلم اپنی بساط کے مطابق اپنی آراء کو زیب قرطاس کریں گے۔مجھ ناچیز کو بھی استاذ الاساتذہ کی جوتیاں سیدھی کرنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ان کے زانوئے تلمذ طے کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے ساتھ سفر اور علیحدگی میں گفتگو کا موقع میسر آیا۔میں نے استاذ مکرم کو جیسا دیکھا،جیسا پایا،ویسا ہی زیب قرطاس کر رہا ہوں۔قبلہ استاذی المکرم

ایک کامل ولی ،مرد مجاہد، عالم باعمل، عظیم فہم وفراست کے مالک ،انتہائی مشفق اور درددل رکھنے والے انسان ،طلباء پر بے حد مہربان ،اپنے طلباء کو خدمت دین میں مصروف دیکھنے کے خواہاں اور خدمت دین کرنے والے طلباء پر روحانی توجہ فرمانے والے استاد تھے۔سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ حد درجہ کریم النفس اور حلیم الطبع انسان تھے۔

ایک مرتبہ ہمارے ایک ساتھی پر سخت ناراض ہوگئے۔حافظ محمد شبیر سے تمام ساتھیوں نے کہا کہ قبلہ استاد مدرسہ سے نکال دیں گے لیکن آپ نے اس کی غربت کو مدنظر رکھتے ہوئے معاف فرمادیا اور کہا کہ آئندہ ایسی شکایت نہ آئے۔آپ بہت بردبار اور درگزر کرنے والے استاد تھے۔ساری زندگی دین متین کی بے لوث خدمت کی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو خوشحال تر بنایا۔

ہمارے قبلہ استاذی المکرم سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خود تنگی میں زندگی گزاری۔مدرسہ محمودیہ رضویہ سے انہیں جو وظیفہ ملتا تھا، وہ نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ صبر سے کام لیا اور خلوص نیت سے طلباء کو تعلیم دی۔آج اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ آپ کی اولاد خوش حال ہے۔

ایک مرتبہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ پپلاں میں کسی مرید کی شادی میں آئے اور میرے استاذی المکرم قبلہ شوقؔ صاحب کی ملاقات کے لیے آپ کے گھر تشریف لائے۔قبلہ استاذی المکرم اس وقت اسباق پڑھا رہے تھے۔ان ایام میں آپ کی طبیعت ناساز تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے تمام دن قرآن کی تلاوت اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔

حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے لیے آرام ضروری ہے۔قبلہ استاذی المکرم نے جواب دیا کہ میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتے ہوئے اور طلباء کو پڑھاتے ہوئے میری روح قفس عنصری سے پرواز کرے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی آرزو سن لی۔جس دن آپ کا وصال ہوا،اس دن آپ نے ہمیں صبح نو بجے اسباق پڑھائے۔ان ایام میں آپ اپنے گھر کے کتب خانے میں پڑھایا کرتے تھے۔ہم صبح نو بجے آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ رات طبیعت بہت خراب تھی۔آج صبح نماز بھی بیٹھ کر پڑھی ہے۔ہم نے عرض کیا کہ طبیعت زیادہ خراب ہے تو ہم آج چھٹی کر لیتے ہیں۔فرمایا کہ آج تو پڑھ لو۔ہوسکتا ہے آج آخری سبق ہو اور پھر پڑھنے کا موقع نہ ملے۔آپ اشارہ فرما گئے۔آپ نے ہمیں سبق پڑھایا۔ایک ناچیز اور میرے تین ساتھی ،مولانا محمد عثمان، جناب مولانا نعمت اللہ خسوری اور جناب حافظ بشیر۔ہم نے قبلہ استاد سے جو سبق پڑھے وہ یہ دو اسباق تھے: مثنوی شریف، مشکوٰۃ شریف۔قبلہ استاد یم صاحب کو مولانا روم سے بڑی عقیدت تھی۔مثنوی شریف آپ بڑے شوق سے پڑھاتے تھے اور

آپ کی تقریر سن کر لطف بھی آتا تھا۔ سبق پڑھنے کے بعد ہم جامعہ محمودیہ رضویہ میں گئے۔ اس دن جناب قبلہ استادیم سید احمد رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نہ آئے۔ ہم نے پندرہ بیس منٹ انتظار کیا۔ پھر ہم واپس آرہے تھے کہ ہمارے ساتھی مولانا نعمت اللہ خسوری دوڑتے ہوئے آرہے تھے۔ ہم نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے بتایا کہ استاد صاحب کو تکلیف ہوگئی ہے اور میں ڈاکٹر حبیب اللہ خان نیازی کے پاس جارہا ہوں۔ میں اور مولانا عثمان نے اپنی کتابیں رکھیں اور موٹر سائیکل نکال کر گئے تاکہ دیر نہ ہوجائے۔ جب ہم آپ کے آستانہ پر پہنچے تو اندر سے رونے کی آواز آئی۔ ڈاکٹر صاحبزادہ حکیم فیاض محمود اور ڈاکٹر محمد انور اعوان باہر آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے استاد صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ ہمیں حکم ملا کہ تم جاؤ، ہمارے رشتہ دار خانقاہ سراجیہ میں رہتے ہیں، ان کو اطلاع کرو۔

ہم دونوں خانقاہ سراجیہ گئے۔ یقین کریں ہماری آنکھوں سے آنسو خانقاہ تک نہیں رکے۔ ہم نے فوتگی کی اطلاع دی اور فوراً واپس آگئے۔ ظہر کی نماز کے بعد میں قبلہ استادیم صاحب کے لیے کپڑا لینے بازار گیا تو سارا بازار بند دیکھا۔ پورے پپلاں شہر میں کوئی دکان کھلی نہ تھی۔ میڈیکل سٹور بھی بند تھے۔ سبزی والی دکانیں بھی بند ہوگئیں تھیں۔ گویا پورا شہر سوگ منا رہا تھا۔ ہر آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ جب قبلہ استادیم نے ہمیں سبق پڑھایا تو اس وقت آپ کے جسم اقدس پر اور لباس تھا۔ جب غسل دیا گیا تو لباس اور تھا۔ سفید صاف ستھرا لباس۔۔۔ یعنی آپ نے اندر جا کر لباس تبدیل کیا تھا۔ گویا آپ پہلے ہی تیاری فرما چکے تھے۔ آپ کی روح مبارکہ سفر کے لیے پہلے ہی تیار تھی۔ پھر آپ نے ملک الموت کو دعوت دی کہ اب آجا کہ میں تیار ہوں۔ موت اللہ والوں کے لیے ایک گھر سے دوسرے گھر جانے کا نام ہے۔

موت کو سمجھے ہیں غافل ، اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی ، صبح دوام زندگی

موت جسے بظاہر زندگی کی شام سمجھا جاتا ہے، حقیقت میں تکمیل حیات کی صبح ہوتی ہے۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہر گز نہ میرد

یعنی اگر پورا زمانہ جھکڑ کا روپ دھارے تو بھی باخدا لوگوں کے چراغ کو گل نہیں کرسکتا۔

ایک مرتبہ قبلہ استادیم صاحب نے دوران سبق ایک خواب سنایا کہ حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں مجھے زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! میرے بیٹے غلام محی الدین سے کہو کہ مرغ پالے۔ میں نے ایک خط قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ آپ نے میرا خط پڑھ کر علماء سے خواب کی تعبیر پوچھی۔ علماء کرام نے فرمایا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے مرغ کی تعبیر طلباء سے کی ہے۔ اس دن سے آپ نے اپنی خانقاہ پر طلباء کو رکھنا شروع کردیا

۔باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور شاہ نصیرالدین پر خاصی توجہ فرمائی۔چوٹی کے علماء کرام کو دعوت دی ۔اپنی خانقاہ پر بڑے بڑے علماء کرام کو بلوایا۔تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع فرمایا جو آج تک جاری ہے۔

قبلہ استادیم صاحب اپنی جوانی میں اکثر رمضان شریف کا مہینہ گولڑہ شریف کے دربار عالیہ پر گزارتے تھے جہاں وہ اپنے شیخ کے سایہ میں رہتے تھے۔اکثر حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر حاضری دیا کرتے تھے۔پھر جب حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہوتا تو اپنے طلباء کو ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

ایک وقت کی بات ہے کہ قبلہ استاذی المکرم حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر گولڑہ شریف آئے ۔عالم شیر زرگر اور بندہ ناچیز بھی ساتھ تھا۔عشاء کی نماز کے بعد فرمایا کہ آؤ،آج شاہ نصیرالدین صاحب کی محفل میں جاتے ہیں۔ہم دونوں خادم ساتھ گئے۔قبلہ استادیم صاحب نے ایک چٹ لکھی۔اس پر اپنا نام مبارک لکھا۔دروازہ پر دستک دی۔خادم نے وہ چٹ شاہ صاحب کو جا کر دی۔قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اجازت ہے،اندر آجائیں۔خادم نے دروازہ کھولا۔ہم بھی قبلہ استادیم کے ساتھ اندر چلے گئے۔اندر تقریباً پچیس،تیس آدمی تھے۔اور وہ بڑے بڑے ادیب،دانشور،مفکر،شاعر اور علماء کرام تھے۔وہ اپنا اپنا کلام شاہ صاحب کو سنا رہے تھے۔شاہ صاحب سن کر بہت خوش ہو رہے تھے۔کبھی کبھی اپنا کلام بھی سناتے تھے۔

موقع کی مناسبت سے قبلہ استاذ المکرم نے دو تین اشعار اہل بیت اطہار کی شان میں پڑھے۔قبلہ شاہ صاحب نے بڑی توجہ سے سنے اور بہت خوش ہوئے۔فرمایا کہ مولانا آگے تشریف لائیں۔استادیم آگے چلے گئے اور شاہ صاحب کے قریب بیٹھ گئے۔یہ محفل کافی دیر تک جاری رہی۔آخر شاہ صاحب فرمانے لگے کہ فجر کی نماز کے لیے بھی اٹھنا ہے،اس لیے اب جاؤ اور اپنے اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔

جب ہم واپس آرہے تھے تو عالم شیر کہنے لگا کہ آج آپ نے تھکا دیا ہے۔قبلہ استادیم صاحب نے فرمایا کہ یہ لمحات مقدر والوں کو ملتے ہیں۔تم بڑے خوش قسمت ہو۔یہ لمحے زندگی میں بار بار نہیں آیا کرتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیر طریقت حضرت خواجہ مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریب ختم ہوئی۔موسم سرما تھا۔قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر کے بعد گاڑی والے گیراج کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔میرے استاد صاحب نے اجازت طلب کی تو قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کس پر جاؤ گے؟ قبلہ استادیم صاحب نے فرمایا کہ تین بجے ایک ریل کار آتی ہے جو کندیاں تک جاتی ہے۔فرمایا آگے کیسے جاؤ گے؟ قبلہ استادیم صاحب نے عرض کیا کہ آگے تھل گاڑی جاتی ہے،اس پر جائیں گے۔

قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈرائیور کو کہا کہ گاڑی نکالو اور فوراً مولوی صاحب کو گولڑہ کے اسٹیشن پر چھوڑ آؤ۔ٹائم بہت کم

ہے۔ ریل آنے والی ہے۔

قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ آپ اپنے شیخ کے منظور نظر تھے۔ ایک مرتبہ شاہ معین الدین بڑے لالا جی رحمۃ اللہ علیہ بالا شریف تشریف لائے۔ قبلہ استاذ المکرم بالا شریف شاہ صاحب کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ تمام طلباء اور عالم شیر زرگر بھی ساتھ تھے۔ گاڑی محمد اسحاق خان پٹواری کی تھی جو کہ قبلہ استاذ المکرم کے پڑوسی تھے۔ ہم نے قبلہ شاہ صاحب کی زیارت کی۔ اس وقت قبلہ استادیم کے ساتھ حضرت علامہ پروفیسر ریاض محمود کی بچی بھی ساتھ تھی۔ غالباً تیسری بچی تھی۔ اس وقت علامہ صاحب کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ میرے استاذ المکرم نے عرض کیا کہ اس بچی کا کوئی بھائی نہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ اس بچی کو بھائی دے۔ قبلہ حضرت شاہ معین الدین شاہ صاحب نے دعا فرمائی یہ دعا آپ نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے بچی کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمائی تھی اس بچی کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے استاذ المکرم علامہ پروفیسر ریاض محمود کو اولاد نرینہ سے نوازا۔ قبلہ لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے صاحبزادہ نیاز محمود صاحب پیدا ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرا صاحبزادہ خالد محمود صاحب عطا کیا۔ قبلہ استاذ المکرم بڑے خوش ہوئے اور دربار عالیہ گولڑہ شریف جا کر قبلہ کو مبارکباد دی۔ جب اولاد نرینہ کے لیے دعا فرمائی گئی تو قبلہ شاہ معین الدین صاحب کے ساتھ ان کے دو صاحبزادے سید نصیر الدین صاحب اور سید جلال الدین صاحب بھی ہم سفر تھے۔ انہوں نے یہ دعا دوران سفر کی تھی۔

میرے استاذ المکرم کی طبیعت بہت سادہ تھی۔ انتہائی مشفق اور صاف گو انسان تھے۔ اگر غصہ آتا تو وقتی ہوتا۔ بغض، کینہ اور حسد وغیرہ دل میں نہیں رکھتے تھے۔ سر پر سادہ ٹوپی مبارک رکھتے تھے۔ لباس بھی بے حد سادہ ہوتا تھا۔ صرف جمعہ کے دن عمامہ شریف پہنتے تھے۔ آپ کئی مرتبہ کونسلر بھی منتخب ہوئے۔ جب آپ 1980ء میں کونسلر منتخب ہوئے، اس وقت پپلاں ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین محمد انور خان تھے۔ جب کوئی میٹنگ ہوتی یا کوئی اجلاس انعقاد پذیر ہوتا تو قبلہ استاذ المکرم تشریف لے جاتے اور پورا ہال استقبال کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا۔

اس قت میرے پاس نیا موٹر سائیکل "یاماہا" تھا۔ قبلہ استادیم صاحب کو موٹر سائیکل کی سواری بہت پسند تھی۔ کہیں جانا ہوتا تو فرماتے کہ حافظ جی موٹر سائیکل لاؤ، آج فلاں جگہ جانا ہے۔ فلاں تقریب یا محفل میں جانا ہے۔ بندہ ناچیز موٹر سائیکل لاتا۔ قبلہ استاد المکرم کو لے جاتا۔ آپ جس تقریب یا محفل میں جاتے محفل کے سبھی لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ قبلہ استاذ المکرم نے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔ علاقہ کے لوگ دل و جاں سے احترام کرتے تھے۔ آپ کی ایک بہت بڑی خوبی، جسے میں کرامت بھی کہتا ہوں، یہ تھی کہ آپ کی زندگی میں کوئی مذہبی

اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ آپ نہایت امن پسند تھے۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ خود بھی امن سے رہو اور دوسروں کو بھی امن سے رہنے دو۔

وصال کے بعد جب تقریباً چار بجے آپ کو غسل دیا گیا جسم پر ویسی ہی تازگی، چہرے پر ویسا ہی حسن اور ہونٹوں پر وہی مسکراہٹ تھی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

نشان مرد مومن باتو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

میں تجھے مرد مومن کی نشانی بتاتا ہوں کہ جب موت آتی ہے تو وہ مسکرا کر استقبال کرتا ہے۔ جب بعد نماز عصر جنازہ اٹھایا گیا تو ہر مکتبہ فکر کے لوگ موجود تھے۔ لوگوں کی زبانوں پر کلمہ طیبہ، نعت رسول مقبول ﷺ اور قصیدہ بردہ شریف تھا۔ جنازہ مہریہ عیدگاہ نزد جامع مسجد محمودیہ رضویہ میں رکھا گیا۔

علاقہ کی ایک عظیم شخصیت مرد قلندر حضرت علامہ غوث زماں جناب سید احمد چشتی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آسمان پر گھرے بادل سایہ فگن تھے۔ عین قبر میں اتارتے وقت رحمت خداوندی کا نزول شروع ہوا اور ہلکی ہلکی بونداباندی شروع ہوئی۔ پورے وظائف و تبرکات کے ساتھ، آخری دیدار کے بعد جسد خاکی کو قبر میں اتارا گیا۔ مسجد میں مغرب کی اذان شروع تھی جب لوگ آہستہ آہستہ آہوں اور سسکیوں کی آوازوں میں پیچھے ہٹنے لگے۔

پوری رات آسمان پر بادل رہے۔ یہ رات جمعہ مبارک کی تھی۔ ایسی راتیں اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو عطا کرتا ہے۔ اس رات ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں۔ قبلہ استاذ المکرم کی روح کہہ رہی تھی:

وہ اور ہوں گے جنہیں موت آئے گی بیدمؔ

نگاہ یار سے پائی ہے زندگی میں نے

آپ کی ذات میں جو بہت بڑا وصف تھا جس کو میں نے محسوس کیا، وہ عشق مصطفیٰ ﷺ اور حب اہل بیت تھی۔ اللہ تعالیٰ میرے استاذ المکرم کے مزار اقدس پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ہمیں اور ہماری اولاد کو اس گھرانے سے وفا کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مفتی محمد حسین شوقؔ کی کتاب "کلام شوقؔ" پر تبصرہ

کتاب کا نام: کلام شوقؔ

مصنف: مفتی محمد حسین شوقؔ پپلانوی

صفحات: 96

سن اشاعت: 2004ء

پپلاں ضلع میانوالی کا ایک تاریخی قصبہ ہے۔دیگر حوالوں کے علاوہ اس کی پہچان اور شہرت کا ایک معتبر حوالہ یہاں کی دینی درس گاہ بہ موسوم "دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں" ہے جس کے بانی مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔بعدازاں ان کے فرزندارجمند مفتی محمد حسین شوقؔ (1912ء تا 1985ء) نے درس نظامی کی اس درسگاہ کو چار چاند لگا دیئے۔اب اس درس گاہ کے مہتمم مفتی شوقؔ کے بیٹے پروفیسر علامہ ریاض محمود ہیں جو ایک روشن خیال اور اعتدال پسند عالم دین ہیں ۔انہوں نے اپنے والدگرامی کی شاعری کو طبع کرا کر کارہائے نمایاں سرانجام دیا ہے۔مفتی شوقؔ پہلے "خنداں" بھی تخلص کرتے رہے ہیں۔

" کلام شوقؔ" تین زبانوں کی شاعری پر مشتمل ہے ۔پہلے حصے میں فارسی شاعری ہے جس میں قطعات ،رباعیات ،غزلیں ،منقبت ،حمد یہ اور نعتیہ اشعار شامل ہیں ۔یہ حصہ پرانے فارسی شعراء کی روایت سے جڑا ہوا ہے جو صفحہ 6 سے 13 تک محیط ہے۔صفحہ 12 پر یہ شعر ملاحظہ ہو۔

زندگی جہد است و تعب و کشمکش
زندہ دل خوش طبع باش و خوش منش

حصہ اردو 14 سے 80 صفحے تک پھیلا ہوا ہے جس میں حمد ،نعت ،منقبت ،قطعات ،رباعیات اور غزلیات موجود ہیں۔حمد ونعت اور سلام کے اشعار حسن عقیدت اور عشق و وارفتگی میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔غزل میں مجاز وحقیقت کا حسین امتزاج موجود ہے ۔اردو کی کلاسیکی شعری روایت کا تسلسل مفتی شوقؔ کی شاعری میں ملتا ہے ۔آزاد نظم کا تجربہ مفتی

شوقؔ کوجدید شعری رویوں سے آگاہ شاعر کے طور پر پیش کرتا ہے۔مختلف النوع موضوعات پر تخلیقی جوہر رواں دواں نظر آتا ہے۔

جی بہلنے کا سامان ہوا جاتا ہے
اپنا گھر ہی بیابان ہوا جاتا ہے
ایک دن شوقؔ پشیمان ہوں گے
کیوں پریشان ہوا جاتا ہے

تیسرے حصے میں پنجابی کلام صفحہ نمبر 81 تا 95 موجود ہے۔مفتی شوقؔ نے ہر قسم کے موضوعات پر پنجابی میں بھی تخلیقی جوہر دکھائے ہیں غرضیکہ مذکورہ کتاب ایک ممتاز عالم دین کو ایک ممتاز تخلیق کار اور شاعر ثابت کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی ہے۔

مفتی محمد حسین شوقؔ کا ذوق سلیم

مفتی محمد حسین شوقؔ پپلاں کے ایک معروف دینی و علمی گھرانے میں 3 جولائی 1910ء کو پیدا ہوئے۔ان کے والد مولانا حافظ غلام محمود (1865ء تا 1948ء) دین داری اور اپنی علمیت کے باعث دور دور تک شہرت رکھتے تھے۔وہ 1902ء میں ہندوستان سے سند فراغت لے کر آئے تھے۔اس زمانے میں یقیناً یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔

وطن واپس آ کر مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات پر دینی علوم کی تدریس میں مشغول رہے۔اس لیے آج بھی ملک کے طول وعرض اور بیرون ملک آپ کے کئی شاگرد دین اسلام کی تبلیغ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔بھیرہ ضلع سرگودھا، تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان، چکی شیخ، مکھڈ، پیر چھتر اور سیال شریف میں آپ نے تشنگان علم کو فیضیاب کیا۔

مولانا غلام محمود صاحب حضرت پیر مہر علی شاہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔آپ نے پپلاں آ کر مدرسہ جامعہ محمودیہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور خطابت بھی کی۔دیکھتے ہی دیکھتے شمع علم کے پروانے جمع ہونے لگے اور آپ نے بھی اللہ کے دین کی سربلندی اور ترویج کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

مولانا غلام محمود صاحب نے اپنے بیٹے محمد حسین کو صرف دنیاوی دولت سے مالا مال نہیں کیا بلکہ علم کی بے بہا دولت سے بھی نوازا۔وہ اپنے والد سے ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد دہلی چلے گئے جہاں "مدرسہ امینیہ" سے انہوں نے سند فراغت حاصل کی۔وہ عین عالم شباب میں پپلاں واپس آ کر مدرسہ جامعہ محمودیہ رضویہ کے مہتمم بنے اور پھر ساری عمر دین کی نذر کر دی۔

فقہی مسائل کا ادراک آپ کو ورثے میں ملا تھا۔لہذا مولانا محمد حسین شوقؔ بھی اعلیٰ پائے کے فقیہہ اور مایہ ناز مفتی بنے ۔خاص طور پر فقہ حنفیہ میں انہیں کامل دسترس تھی۔

مفتی محمد حسین اخلاق حسنہ کا عملی پیکر تھے۔وہ انسانی برابری اور مساوات کے اصول پر امیر وغریب، بادشاہ وگدا، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔عام آدمی کے مسائل بھی اتنی توجہ سے سنتے تھے جتنے کسی امیر یا سفید پوش آدمی کے۔آپ کا واسطہ زیادہ تر اجڈ اور ان پڑھ دیہاتیوں سے پڑتا تھا جن کی غیر ضروری تفصیلات بھی آپ کو سننا پڑتی تھیں لیکن چہرے سے کبھی برہمی یا کوفت کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے۔

باتوں باتوں میں آپ لوگوں کی اخلاقی کمزوریوں اور دینی بے اعتدالیوں کا ذکر کرتے اور لوگوں کو بڑے خوبصورت اور دلنشیں انداز میں اصلاح کی طرف مائل کرتے۔

مفتی محمد حسین باقاعدگی سے اپنی مرکزی جامع مسجد میں سالہا سال تک جمعہ پڑھاتے رہے۔آپ کی خطابت کا انداز منفرد اور پرکشش تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں مقتدی موجود ہوتے اور اتنی دلچسپی سے آپ کا وعظ سنتے کہ تقریر کے دوران اہل دل پر وجد طاری ہوجاتا تھا۔ وہ عام اور پیشہ ور مقرروں کی طرح گرجتے نہیں تھے اور نہ ہی گلا پھاڑ پھاڑ کر بولتے تھے۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر دھیمے اور پروقار لہجے میں تقریر کرتے تھے۔آپ کی تقریر سے جس طرح اہل علم فیضاب ہوتے تھے۔اسی طرح عام اوران پڑھ دیہاتی سامعین بھی لطف اندوز ہوتے تھے۔اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی وفات کوکئی سال گزرنے کے بعد بھی آپ کے بتائے ہوئے دینی مسائل زبان زد عام وخاص ہیں۔

مفتی محمد حسین تقریر کے دوران اختلافی مسائل سے اجتناب کرتے تھے البتہ اپنے مسلک اور عقیدے کو کھل کر بیان کرتے تھے۔معاشرے کی اصلاح اور عشق رسول ﷺ آپ کے مرغوب موضوعات تھے۔ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ معاشرے کی اصلاح کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے،معاشرہ خود بخود ٹھیک ہوجائے گا۔آپ کا استدلال تھا کہ "فرض کرو ہر شخص کا وجود اس کی سٹیٹ (ملکیت) ہے،ہاتھ،پاؤں،کان،زبان اور دل ودماغ اس مملکت کے وزراء ہیں۔ان وزیروں سے صحیح کام لینے کا اختیار ہر شخص کے پاس ہے۔پس ثابت ہوا کہ ہر شخص اگر اپنی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرلے تو معاشرہ خود بخود سنور جائے گا۔"

دین اسلام کا محور ومرکز آنحضور ﷺ کی ذات اقدس ہے۔کلام الٰہی کو سمجھنے کے لیے بھی زبان رسالت پر اعتبار ضروری ہے۔مفتی محمد حسین اپنے خطبات میں رسالت مآب ﷺ سے اپنی والہانہ محبت،عشق اور عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔اس سلسلے میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی اور اردو اشعار کا سہارا بھی لیتے تھے۔اس طرح آپ کے وعظ میں روحانی کیف وسرور دلوں کو طمانیت اور اطمینان بخشتا تھا۔

مفتی محمد حسین نے اپنی گوناں گوں تدریسی مصروفیات سے وقت نکال کر شاعری پر بھی توجہ دی۔شوقؔ تخلص کرتے تھے مگر انہوں نے شاعری کو محض مشغلے کی حد تک اپنایا۔مسلسل کئی گھنٹے تدریس اور عوام سے رابطہ کے باعث وہ" کتھارسس " کرنا چاہتے تھے۔اپنے نام کے ساتھ شوقؔ لکھنا شروع کیا تو یہ محض تخلص نہ تھا بلکہ ان کی روحانی کیفیات کا مظہر تھا۔

مفتی شوقؔ نے عربی،فارسی،اردو اور سرائیکی (ملتانی) میں نعتیں،غزلیں،قطعات،نظمیں اور گیت کہے ہیں۔ڈاکٹر اجمل نیازی نے آپ کی شاعری کو سراہتے ہوئے کہا ہے:

"میانوالی کے ایک چھوٹے سے قصبے کے ایک ممتاز عالم دین مولانا محمد حسین شوقؔ کی شاعری نے مجھے حیران کردیا ہے

۔وہ جذبوں اور خیالوں کے جہان میں کس قدر خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔وہ محب اور محبوب کی باتیں کرتے ہوئے وجد میں نظر آتے ہیں۔"

علمائے سلف کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دینی علوم کے ذخائر کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کا ذوق بھی ان کی ایک اضافی اور نمایاں خوبی رہی ہے۔چنانچہ وہ اچھے نقاد اور اچھے شاعر ثابت ہوئے۔اردو میں ایسی نمایاں شخصیات،مولانا شبلی،مولانا حالی،مولانا محمد حسین آزاد،مولانا حسرت موہانی،مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد قابل ذکر ہیں۔اس تاریخی تسلسل کو مفتی شوقؔ نے بھی نبھایا ہے۔
مجموعی طور پر ان کا کلام عشق مجاز اور عشق حقیقی کا حسین امتزاج ہے۔انہوں نے عشق کو ایک پاکیزہ اور نفیس جذبہ قرار دیا ہے۔وہ حضرت اقبال کے نظریہء عشق سے متاثر ہیں۔نعت کے ضمن میں انہوں نے بڑا محتاط رویہ اختیار کیا ہے ۔انداز بیاں بڑا پاکیزہ،شائستہ اور مسحور کن ہے۔
ان کی غزلوں میں زندگی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ بھرپور انداز میں موجود ہے۔آہنگ دھیما،شستہ اور موثر ہے ۔مولانا ظفر علی خان کی غزلوں اور نعتوں کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم نے لکھا ہے کہ "ان کی نعتیں غزل نما اور ان کی غزلیں نعت نما ہیں۔"بعینہ یہی رائے مولانا شوق کی غزلوں اور نعتوں کے بارے میں قائم کی جا سکتی ہے۔انہوں نے اپنے کلام میں عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کیے ہیں مگر اس اہتمام کے ساتھ کہ کلام ثقیل یا بوجھل نہیں رہتا بلکہ ان کی علمیت اور شعر و ادب میں فنی پختگی اور مہارت پر دلالت کرتا ہے انہوں نے اردو اور فارسی کے کلام میں نئے الفاظ اور نئی تراکیب استعمال کی ہیں جو ان دونوں زبانوں کے ادب کے ذخیرہ الفاظ میں اضافے کا سبب ہیں۔
جہاں تک مفتی شوق کے سرائیکی کلام کا تعلق ہے،اس میں ہجر و فراق کی پر درد گھڑیاں اور وصل کے لمحات کی دلفریب یادیں پوری آب و تمکنت کے ساتھ موجود ہیں۔ان سرائیکی گیتوں اور غزلوں میں نغمگیت،موسیقیت اور مٹھاس دلوں کو فرحت بخشتی ہے۔اسی طرح ان کے فارسی کلام میں شیخ سعدی کی طرز پر وعظ و نصیحت کا رنگ جھلکتا ہے۔علاوہ ازیں حسن و عشق کی دلفریب اور پر پیچ وادیوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔
مولانا شوق نے ورثے میں دینی کتب کا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے۔سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ جو مختلف دنیاوی مسائل اور امور کا ادراک اور حل پیش کرتے ہیں،اس کے علاوہ انہوں نے علمی مسائل پر چھوٹے چھوٹے کتابچے،رسائل اور پمفلٹ اردو،فارسی اور عربی میں لکھ کر شائع کرائے ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آپ کی وفات پر مقامی دانشور جناب عبدالحمید افغانیؔ نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ہے:

دست اجل نے تاک کے توڑا ہے ایسا پھول
جس کی مہک تھی سارے گلستاں کی آبرو
گل ہیں جو مضمحل تو چمن بھی اداس ہے
ویرانیوں کا شہر ہے دنیائے رنگ و بو
دل ہیں جو درد مند تو آنکھیں ہیں اشک بار
اس مرگ جاں گداز کا ماتم ہے چارسو
مہکیں گے یاد شوقؔ سے برسوں تلک حمیدؔ
اس شہر غم نصیب کے در ، بام ، کاخ و کو

مفتی شوقؔ کے چار صاحبزادے ہیں۔ پروفیسر علامہ ریاض محمود، حکیم فیاض محمود، اختر محمود اور اصغر محمود۔
اول الذکر پروفیسر ریاض محمود جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں کے مہتمم اور اپنے والد کی دینی متاع کے وارث ہیں۔

مفتی محمد حسین شوق پپلانوی دامت برکاتہم العالیہ

(پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم)

مفتی محمد حسین شوق پپلاں کے معروف دینی وعلمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعدازاں وہ حصول دین وعلم کے لیے دہلی چلے گئے۔مدرسہ امینیہ دہلی سے انہوں نے سند فراغت حاصل کی۔

ہندوستان سے واپس آ کر وہ عین عالم شباب میں اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں کے مہتمم بنے اور انہوں نے اپنی ساری عمر دین خداوندی کی ترویج اور حصول معرفت الٰہی میں صرف کردی۔وہ ایک مثالی مدرس منتظم اور نگران ہونے کے علاوہ فقہ حنفی کے اعلیٰ پائے کے مفتی تھے۔وہ نہایت دھیمے اور موثر لہجے کے عمدہ مقرر بھی تھے ۔مفتی صاحب کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ ماہر خوش نویس اور خطاط بھی تھے۔وہ اردو، فارسی اور سرائیکی کے بہترین شاعر بھی تھے۔

معروف کالم نگار، محقق، شاعر و ادیب ڈاکٹر اجمل نیازی مفتی صاحب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

" میانوالی کے ایک چھوٹے سے قصبے کے ایک ممتاز عالم دین مولانا مفتی محمد حسین شوق کی شاعری نے مجھے حیران کردیا ہے کہ وہ جذبوں اور خیالوں کے جہاں میں کس قدر خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔وہ محب اور محبوب کی باتیں کرتے ہوئے وجد میں نظر آتے ہیں۔مجموعی طور پر مفتی صاحب کا کلام عشق مجازی اور عشق حقیقی کا حسین امتزاج ہے۔ انہوں نے عشق کو ایک پاکیزہ اور نفیس جذبہ قرار دیا ہے۔وہ اقبال کے نظریہ عشق سے متاثر ہیں۔نعت کے ضمن میں انہوں نے محتاط رویہ اختیار کیا ہے۔انداز بیاں بڑا پاکیزہ ،شستہ اور مسحور کن ہے۔ان کی غزلوں میں زندگی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ بھرپور انداز میں موجود ہے۔آہنگ دھیما ،شائستہ اور موثر ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم نے مولانا ظفر علی خان کے بارے میں لکھا تھا کہ ان کی غزلیں نعت نما اور ان کی ۔۔۔۔نعتیں غزل نما ہیں۔بعینہ یہی رائے مولانا شوق کے بارے میں قائم کی جاسکتی ہے۔"

آپ نے اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود تقریباً بارہ پمفلٹ اور رسائل تحریر کیے اور سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ

لکھے۔

مفتی شوق کے ہزاروں شاگرد اندرون ملک اور بیرون ملک دینی اور علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔شیخ الحدیث مولانا محمد شریف، بھکر

۲۔مولانا محمد اکبر، پیرمحل

۳۔شیخ القرآن مولانا محمد اشرف سیالوی

۴۔مولانا محمد اشرف چشتی، جہانیاں

۵۔مولانا میاں محمد، میانوالی

۶۔مولانا محمد عمر، میانوالی

۷۔مولانا محمد سرور، اسلام پورہ

۸۔مولانا حافظ سلطان احمد، نور پور تھل

۹۔مولانا کریم بخش، بہل

۱۰۔مولانا عبدالرحمن، پکی شاہ مردان

۱۱۔مولانا پیر غلام یاسین

۱۲۔مولانا حافظ محمد اکبر اعوان

۱۳۔راقم کو بھی مولانا شوق کا شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

نمونہ تحریر حضرت مولانا مفتی محمد حسین شوق

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

(نمونہ تحریر حضرت مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ)

عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

۔۔۔عالما اومستمعا اومحبا ولا تکن الخامس فتھلک۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم علم سکھانے والے ہو یا سیکھنے والے یا سننے والے یا ان کے دوست، پانچویں ہرگز نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان صراحتاً تعلیم و تعلم کی ضرورت وفضیلت اور سربلندی پر دلالت کرتا ہے اور ساتھ ہی علمی رشتوں کو مضبوط کرنے والے درد منداصحاب کی عزت افزائی و پذیرائی پر دلالت کرتا ہے۔

ایک اور فرمان بھی سن لیجئے:

عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم العلم دین والصلوٰۃ دین فانظروا عمن تاخذون ھذا العلم وکیف تصلون ھذا الصلوٰۃ فانکم تساءلون یوم القیمۃ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم دین ہے اور نماز بھی دین ہے تو دیکھو اس علم کو کس شخص سے سیکھتے ہو اور نماز کس طرح ادا کرتے ہو کیونکہ قیامت کے دن تم سے ان باتوں کا سوال کیا جائے گا۔

نماز دین ہے اور دین کا ایک رکن ہے لیکن ایسا رکن ہے جس میں دین اسلام کی تمام عبادتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ یہ دین ہے۔ بالکل صحیح اور قطعاً درست ہے لیکن اس نماز کو دین والے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ کر ادا کریں

توکیانماز دین ہوگی؟ ہرگزنہیں۔اسی طرح اگر حدیث پڑھتے ہو یا پڑھاتے ہولیکن حدیث والے سے تعلق استوارنہیں ،قرآن پڑھتے ہو یا پڑھاتے ہواور قرآن والے سے محبت نہیں ،توتم نہ حدیث والے نہ قرآن والے ہو۔اس کے سوا جو کچھ آپ کی طبیعت چاہے بنتے پھرو۔

بقول جامی رحمۃ اللہ علیہ:

خوشا مجلس و مسجد و خانقاہے
کہ درو لے بود قیل وقال محمد ﷺ

کائنات ارضی وسماوی کا ہر ذرہ متغیر ہے اور ہر متغیر حادث اور ہر حادث فانی ،جب حادث ہر ایک چیز کو لازم ہے تو ثبات وقرار صرف تغیر کے لیے ثابت ہوا۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

سبحان اللہ! شاعر نے کتنی سچی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو حدوث ہر متغیر کی ابتداء ہے اور فنا ہر متغیر کی انتہا جب ہر متغیر حادث ہے اور ہر حادث فانی تو ثبات کس چیز کے لیے ثابت ہوا؟ سدا رہے نام اللہ کا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

کل من علیھا فان۔ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

جو کوئی زمین پر ہے فنا ہوجانے والا ہے۔ بقا صرف رب العالمین کے لیے ہے جو عزت وجلال کا مالک ہے۔

یہ باغ یہ داغ، یہ محل، یہ کوشک، یہ قبیلے، یہ سلطنتیں، کس کے لیے بقا ہے؟ سب کے آگے پیچھے فنا محبط ہے پہلے عدم ،بعد میں عدم، دم کے دم دم ہے۔اس کا بھی کیا بھرم؟ لہذا اس دم کو غنیمت سمجھ کر دم عطا کرنے والے کی یاد میں دو چار دم گزار لیں تو کیا یہ بات ٹھیک نہ ہوگی؟

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کر ینگرد پایان کار
اندر آخر وا ونگرد شرمسار
ہرکہ آخر بین ترا اومسعود تر
ہرکہ اولب بیں ترا اومطر ددتر

حضورا کرم ﷺ نے اسی لیے فرمایا کہ اس ایک دم کی زندگی میں کیا کرو؟ یا کچھ سیکھ لیا کرو یا سکھا دو یا ان و دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھی اور معاون بن جاؤ۔

اومعلم اومن والاہ

ایک اور روایت میں ہے:

الا ذکر اللہ۔

یعنی دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے، سب قابل نفرت ہیں مگر علم سکھانے والا یا سیکھنے والا، وہ شخص جو دونوں کی سرپرستی کرتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم اور آپ اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر جھانک لیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے جن چار شخصیتوں کو مخصوص اور متعین فرمایا ہے، ہم ان میں سے ایک ہیں یہاں سیکھنے اور سکھانے کے لیے ایک عمر ہوتی ہے کیونکہ ایسا وقت بھی آجاتا ہے جب انسان اکیلا یعلم بعد شیا کا مصداق بن جاتا ہے لیکن ان دونوں کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے زندگی کے کسی مرحلہ میں دشواری موجود نہیں ہے آج دنیا کی توجہ اس طرف سے آہستہ آہستہ اٹھ رہی ہے کہ مسجدوں کے ساتھ مکاتب، دینی مدارس اور مذہبی دار العلوم ختم کر دیئے جائیں، یہ امت میں اختلاف کا سبب ہیں اور ان پر قوم کا کاہے کو روپیہ صرف ہوتا ہے؟۔۔۔

لیکن بقول علامہ اقبالؒ "خلیفہ صاحب! ان ملاؤں اور مدرسوں کو کچھ نہ کہو۔ ہند میں خدا اور رسول کا کوئی نام تو ان کے دم قدم سے ہے۔ میں نے تمام یورپ میں گھوم کر دیکھا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ سے کوئی فرد آشنا نہیں ملتا۔"

ہفت روزہ اخبار جہاں میں آپ کا مضمون شائع ہوا ہے۔

یہ ایک واضح بات ہے اور اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ کی آپ نے کبھی غور فرمایا ہے کہ ہمارے ملک میں ہزاروں نئی بستیاں بسا دی گئی ہیں۔ شہر در شہر صفحہ ارض پر اچانک ابھر آئے ہیں، سینکڑوں نئے بازار آباد ہو گئے ہیں اور ہزاروں جدید سینما تعمیر ہو گئے لیکن خدا کے گھر برباد کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے آباد رکھنے کے لیے کسی مخلوق کی ضرورت ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو آپ یقیناً ہوں گے لیکن اسلام نہیں ہوگا اور اگر اسلام نہیں ہوگا تو آپ کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے یوں تو دنیا میں یہود و عیسائی بس رہے ہیں، کافر و بت پرست بھی آباد ہیں۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عاشق ہمہ دم فکر رخ دوست کند
معشوق کرشمہ کہ نیکو است کند
ما جرم وگنہ او لطف و عطا
ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند

استادیم مولانا مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا محمد عمر چشتی)

پیر حضرت اعلیٰ سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز سے آپ کو بہت محبت تھی۔ محبت کی کئی داستانیں زبان زد عاشقاں ہیں۔ ایک دفعہ حافظ لقمان صاحب اور مولوی غلام حسین سکنہ چوڑی حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں آپ کا فتوی پیش کیا۔ آپ نے فتوی دیکھتے ہی فرمایا اس میں ۔۔۔۔۔ ہے مگر فتویٰ لکھنے والے علمائے کرام نے توجہ نہیں کی۔ میرا نام دیکھ کر فتویٰ کی تصدیق فرمائی پھر دوسرا فتوی لکھ کر انہیں دیا۔

آپ کا ذکر خیر عبادت اور نزول رحمت کا باعث ہے۔ آپ معتبر علماء اکابر، صلحاء، بزرگ اتقیا، ممتاز صوفیا اور قابل ترین اساتذہ میں سے تھے۔ قوت بیانیہ کمال تھی اور وعظ اور شاعری میں مہارت رکھتے تھے۔ مسلک حق کے لیے اپنی زندگی بھر انہوں نے مخلصانہ خدمات سرانجام دیں۔ شریعت محمدی ﷺ کے غلام بے دام کہلانے کے مستحق تھے۔ حسن معنوی کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب مزین فرمایا قدرت حقیقی نے انہیں اتنا بارعب کیا کہ جس کا اندازہ لگانا اور اس کے اظہار کے لیے الفاظ لانا مشکل ہے۔ یہ رعب وہ تھا جو بزرگان دین میں ہوتا ہے یہ رعب آپ کی بزرگی کے آثار میں سے تھا۔

حضرت استاد کو بہت سی خوبیاں کیوں کر حاصل ہوئیں؟

خداداد صلاحیت کے ساتھ ساتھ بچپن سے ہی تعلیم و تربیت صحیح ہوئی۔ چناں چہ استادیم حضرت شوق نے فرمایا کہ تبرک کے لیے مجھے میرے والد ماجد قبلہ عالم حضور اعلیٰ نائب غوث الوریٰ حضرت پیر السید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے تاکہ میں حضور اعلیٰ سے گولڑوی برکات کا کچھ حصہ پڑھوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضرت پیر قدس سرہ جب کتاب "یوسف زلیخا" کا دیباچہ پڑھاتے تو فرماتے کہ خوب مزہ آیا۔ اسے بار بار پڑھیں۔ توجہ الی اللہ جل جلالہ اور نیاز۔۔ رسول ﷺ کی کیفیت کیا ہوئی

جب مندرجہ ذیل اشعار پڑھائے جاتے ہوں گے:

الٰہی غنچہ امید یکتاء
گلے از روضہ جاوید بنما
زمہجوری برآمد جاوید جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ العالمینی
زمحر وماں چرا فارغ نشینی

متبرک مجالس کا اثر ضرور ہوا کہ حضرت استاد صاحب خشک ملا ہونے کے باوجود عالم ربانی ہوئے اور علماء ورثۃ الانبیاء میں داخل ہوئے عالم ربانی جس میں معرفت ہوتی ہے، وہی وارث ہے۔ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "العلماء" بمعنی المعرفاء ہے۔ حضرت قبلہ عالم گولڑوی سے حضرت استاد صاحب کو کتنی محبت تھی۔ اس عشق لازوال کا حال تحریر وتقریر ومقال میں نہیں آسکتا۔ صرف ایک واقعہ جس میں حضرت کی محبت کو آزمایا گیا عرض کرتا ہوں ۔

وہ یہ ہے کہ حضرت استاد صاحب مرحوم بندہ پر سخت ناراض ہو گئے تھے۔ بندہ کا جرم بڑا تھا۔ استاد صاحب کو راضی کرنے کے لیے سفارشات کی ضرورت ہوئی۔ چند مخلصین نے سفارش کرنے کی ہمت کا اظہار کیا مگر بوقت ضرورت وہ بھی حضرت استاد صاحب کی خدمت میں سفارش کرنے کے لیے حاضر نہ ہوئے۔ بندہ اکیلا حاضر ہو گیا پھر حسن اتفاق سے حضرت استاد صاحب مرحوم کی محبت کا لشکر بندہ کے ساتھ ہو گیا ہوا یوں کہ مایوسی کی بجائے امید یقینی ظاہر ہوئی کہ بندہ پر تقصیر کے دل میں یہ بات آئی کہ دونوں جہاں میں کامل پیر کے وسیلہ سے مشکلات حل ہوں گی بس روتے ہوئے اور پیروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بندہ نے عرض کی کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے مجھ پر راضی ہو جائیں یہ گھڑی پھر شفقت بن گئی کہ حضرت استاد صاحب کی ناراضگی کی جگہ شفقت کثیرہ ہوئی۔

حضرت استاد صاحب کے والد گرامی علامہ حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ صوفی کامل، عالم اور عامل حضرت سلطان اعظم کے پاس بھی حضرت استاد کو پڑھنے کے لیے بھیجا۔ ان حضرات کو تعلیم کے لیے ثمرات ظاہر ہوئے۔ حضرت صاحب سے بندہ

نے شرح جامع مختصر معانی، ہدایہ وغیرھدایہ ایسی کتب درسیہ پڑھی تھیں۔آپ بغیر مطالعہ کے پڑھاتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کتاب کا حاشیہ بھی زیر مطالعہ ہے۔بطور تحدیث نعمت آپ نے کسی کے دریافت کرنے پر فرمادیا کہ ان شاءاللہ ہر کتاب بغیر مطالعہ کے پڑھاؤں گا۔

دوران تعلیم بندہ ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد دوسرے سال دوسرے مدرسے میں داخل ہوگیا۔وہیں سے عریضہ لکھا کہ آپ کی اجازت کے بغیر میں یہاں مدرسے میں داخل ہوگیا ہوں۔آپ ناراض نہ ہوں۔آپ نے لکھا،" میں ناراض نہیں ہوں میری طرف سے اجازت ہے ہمارا مقصود دین محمدی ﷺ کی خدمت ہے، زید نہ سہی تو بکر سہی ۔"

1963ء میں بندہ نے دورہ حدیث پڑھنے کی اجازت مانگی تو فرمایا کہ کیوں جلدی جاتے ہو؟ کتب مکمل پڑھ لو۔اس سے قبل جو طلباء ہم نے دورہ حدیث کے لیے قبل از تکمیل بھیجے ہیں، وہ تبرک حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب سے پڑھ لیں کیوں کہ ہمیں ان کے وصال کا اندیشہ تھا۔اب ان کا تو وصال ہوگیا، اب کیا جلدی ہے ؟ بندہ نے بہ امر مجبوری عرض کی تو بندہ کو ملتان شریف بھیجا۔تقریباً دو ماہ بعد انوار العلوم ملتان کے جلسہ میں شرکت فرمائی اور مجھے فرمایا" مجھے فکر تھی کہ محمد عمر بھولا آدمی ہے۔نامعلوم اس کا کیا حال ہوگا ؟ اس لیے بھی ملتان آمد ہوئی اور جلسہ میں شریک ہونا ضروری سمجھا۔"

آپ کا پڑھانے کا طریقہ بہت جامع اور مدلل تھا۔آپ بفضل تعالیٰ قوت بیانیہ بہت تھی ۔آپ نے ایک مرتبہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ درس نظامی کی تمام کتب بغیر مطالعہ کے پڑھا سکتا ہوں ۔ پڑھاتے وقت طلباء کو اپنی طرف متوجہ کرنا، حواشی کو بیان کرنا، اپنا عندیہ اور تحقیق بیان کرنا حیران کن تھا۔

بندہ نے آپ سے مشورہ لیا کہ میرا ارادہ ہے کہ بغیر تنخواہ کے پڑھاؤں ۔ یہ مشورہ اور اساتذہ سے بھی لیا۔تمام اساتذہ کی رائے درست تھی مگر آپ کی رائے مبارک مجرب تھی ۔اگرچہ رائے مبارک پر مجھ جیسوں کا چلنا دشوار ہے۔آپ نے بندہ کو لکھا کہ

"بغیر تنخواہ کے پڑھانا میرا محبوب طریقہ ہے۔ابتداء میں مجھے بہت مشکلات پیش آئیں لیکن اس میں مزہ یہ ہے اور یہ افضل ہے اور اللہ کے فضل سے مشکلات بھی ختم ہوجاتی ہیں۔"

مفتی محمد حسین شوق کے فتوٰی

(چند نمونے)

سونے کے بٹن کپڑوں میں لگانے کا حکم

سوال: کیا سونے کے بٹن یا زنجیری کپڑوں میں لگانی جائز ہے یا نہیں؟

بنیوا وتو جروا رحمکم اللہ تعالیٰ۔ (سائل از رسول نگر)

جواب: ہاں جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔

دانت ٹوٹا ہوا ہو یا گھڑی کی زنجیر یا ناک وغیرہ کی ضرورت پڑ جائے تو سونے کا لگانا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مدعی کے گواہ معتبر ہیں یا مدعا علیہ کے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اندریں مسئلہ کہ مدعی بھی گواہ پیش کرتا ہے اور مدعی علیہ بھی تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟

جواب:

چونکہ گواہ اثبات کے لیے ہوتے ہیں، نفی کے لیے نہیں، اس لیے گواہ مدعی کے سنے جائیں گے۔ جہاں جرح مقید پر مدعی علیہ کے گواہ سنے جاسکتے ہیں۔

مثلاً مدعی کے گواہ شراب پی کر گواہی دے رہے ہیں یا رشوت لے کر گواہی دے رہے ہیں یا مجھ سے رقم لی ہے کہ ہم باطل کی نہ دیں گے اور پھر دے رہے ہیں لہذا میری رقم واپس دیں گے اور پھر دے وغیرہ وغیرہ فقط نفی پر گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔

جنازہ کے بعد دعا کا حکم

سوال: کیا جنازہ پڑھ لینے کے بعد دعا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اسے منع کرتے ہیں؟

جواب: سوال ۱۴۳ میں اس سوال کا جواب ۔۔۔لائل گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ کیا جائے مختصراً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کریم میں:

جب دعا کی جائے، اللہ قبول فرماتا ہے۔

لہذا دعا کی ہر وقت عام اجازت ہے۔

حدیث شریف میں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لیے خلوص دل سے دعا کرو۔

یہ فا۔۔۔۔۔ کے لیے ظاہر ہے، لہذا ممانعت کی کوئی سند ہو تو پیش کی جائے۔

روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اندریں مسئلہ کہ روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

علمائے دیوبند نے اس مسئلہ میں تحریر کیا ہے کہ ڈاکٹروں کی رائے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ دوا عروق اور شرائن کے ذریعہ دماغ اور معدہ کی رگوں میں پہنچتی ہے اور عین معدہ اور عین دماغ میں نہیں پہنچتی، اس لیے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔مولوی غلام خان کا ایک فتویٰ بدیں مضمون نذر سے گزرا ہے جس پر تحریر تھا کہ چونکہ علماء دیوبند کہتے ہیں، اس لیے روزہ ٹوٹتا ہے اور ساتھ میں ایک نئی دلیل بھی دی گئی تھی کہ سانپ یا بچھو کاٹ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ باہر سے اندر وہ زہر چلا جاتا ہے۔علمائے دیوبند نے فقہی حوالہ جات بھی دیئے ہیں جن میں مجموعی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ اگر معدہ کے اندر پہنچنے کا یقین ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن عالمگیری، قاضی خان، بزازیہ، شامی، بحر الرائق، بدائع، ہدایہ، ان سب حضرات کے کلام سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے چند باتیں ضروری ہیں۔اولاً دوا یا غذا کا عین جوف یا عین دماغ میں پہنچ جانا۔ دوم اصلاح بدن مقصود ہو۔ قاضی جان میں ہے:

ترجمہ:

خلاصہ عبارت۔۔۔اور وجود اس لیے کہ پیٹ کے اندر وہ چیز پہنچی جس میں۔۔۔کی صلاحیت ہے اور ناک میں دوائی ڈالنے کے ساتھ اس لیے کیونکہ سر تک وہ چیز پہنچی جس میں بدن کی صلاحیت ہے۔

بدائع میں ہے:

اختیار اور ایجاد فعل کا پایا جانا بھی افساد روزہ کا باعث ہے۔ اگر یہ موجود نہ ہو تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ جیسا کہ سانپ اور بچھو کے کاٹنے کی صورت میں قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے:

ترجمہ:

اگر نیزہ اس کے پیٹ میں باقی رہا تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ اس سے کوئی فعل نہیں پایا گیا اور نہ ہی پیٹ تک کوئی ایسی چیز پہنچی جس میں بدن کی صلاحیت ہو۔

اور بعینہ سانپ اور بچھو کے کاٹنے سے نہ اختیار اور ایجا پایا گیا اور نہ صلاح بدن حاصل ہے، لہذا روزہ اس وجہ سے فاسد نہ ہوگا۔

لنگڑی گائے کی قربانی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایسی لنگڑی گائے جس کا ایک پاؤں ٹوٹ کر پھر لگ گیا ہے اور وہ چلتی پھرتی ہے۔ کیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جواب:

اگر وہ چل پھر سکتی ہے تو جائز ہے اور لنگڑی ٹانگ زمین پر ٹیک کر چلتی ہے۔ اگر وہ ٹانگ زمین پر سے اٹھی ہوئی ہے اور تین ٹانگوں پر چلتی ہے تو ناجائز ہے۔

ترجمہ:

لنگڑی جانور اگر تین پاؤں کے ساتھ چلتا ہے اور چوتھے کو زمین پر رکھتا ہے اور اس کے ساتھ مدد طلب کرتے ہوئے ادھر ادھر مائل ہوتا ہے اور اس کو تھوڑا سا زمین پر رکھتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ کے شعری چند نمونے

مفتی شوقؔ پپلانوی کا منتخب کلام

نعت

کرم اس پر اپنے خدا نے کیے ہیں
یہ کونین تعمیر جس کے لیے ہیں
وہی ناز کون و مکاں شاہ یثرب
وہی جس نے عالم کے دل لے لیے ہیں
یہ عارض ہیں یا جلوہ ء طور سینا
کہ شمس و قمر جس کے آگے دیے ہیں
بہ میدان محشر وہ پیاسے نہ ہوں گے
تری آنکھ کے جام جس نے پیے ہیں
ادھر بھی ذرا چشم الفت مسیحا
بہت دن کے بیمار مر کے جیے ہیں
رفو چارہ گر کر نہ زخم جگر کو
یہ ٹانکے کھلے جس قدر بھی سیے ہیں
مجھے چھوڑ دے میر ی حالت پہ ہم دم
وہی خود دوا ، جس نے چرکے دیئے ہیں

جہنم کا خطرہ مجھے شوق کیوں ہو؟
جو " ترضیٰ " کے وعدے ہیں کس کیلئے ہیں

فارسی کلام

صید زبوں زیر دام کشتہ مکر و فن مشو
بال کشا دام ببر ، وقف غم و محن مشو
دانہ ء صد نجانہ ات ، کاشکے در نظر گئی
طائر شاخ صدرہ ء گر درہ زغن مشو
صد تب و تاب زندگی ہست بندہ ات رہین
منکر او اگر شدی ، منکر خویشتن مشو
خالق مہر و ماہ را ناصر خویشتن شمر
نغمہ ء روح بجنگ آر محو صلاح تن مشو
در رہ رسم " حر " بہ بیں شیوہ ء اہل زندگی
صورت سرو را گزیں فاختہ ء چمن مشو!
ایں دل زخمدیدہ را اشک چکیدہ رانگر
تیغ بکف میابیا انجم انجمن مشو !
ورنہ سینہ ام نہاں شوق نگاہ لطف تو
چہرہ کشا ، کرم نما ، من تو شوم تو من مشو

غزل

پھر وصل کی گھڑیاں یاد آئیں ، پھر دور سہانے یاد آئے
ہر لمحہ درد ہی بڑھتاہے ، کیوں غم کے زمانے یاد آئے ؟
وہ خار مغیلاں یاد آئے ، سر شام درانے یاد آئے
وہ کوئے یار کے ہمسائے ، وہ یار پرانے یاد آئے
آنکھوں سے آنسو بہ نکلے ، پہلو میں بے کل دل تڑپا
کچھ تیری کہانی یاد آئی ، کچھ تیرے فسانے یاد آئے
دلچسپ تھے کتنے ہی قصے روپوش ہوئے جو ماضی میں
وہ صبح وعدہ یاد آئی ، سر شام بہانے یاد آئے
جو بھی حسیں دیکھا میں نے اور جب بھی آنکھ سے آنکھ ملی
کیوں تیری نگاہیں یاد آئیں ، کیوں تیرے نشانے یاد آئے ؟
خاموش ہو کیوں ؟ کیا یاد آیا ؟ اے شوقؔ کوئی تو بات کرو
پھر آ بھی سکیں گے وہ یارب جو گزرے زمانے یاد آئے

غزل

کیوں گرفتا رکیا رنج و بلا نے ہم کو
خار صحرا بھی بڑھے آج رلانے ہم کو
کون سی فتنہ گری ان کو بتاؤں ہم دم
دیکھنا غیر کو بھیجا ہے بلانے ہم کو
دن بھی نالوں میں کٹا رات فغاں میں گزری
کلفتِ ہجر میں ڈالا جو خدا نے ہم کو
کیا بتائیں کہ کٹی عشق میں کیسے اپنی
ناز و انداز نے مارا یا قضا نے ہم کو
زہر کے گھونٹ بھی امرت کی طرح پی جائیں
تجھ سا ساقی جو کہیں آئے پلانے ہم کو
کیا جفاؤں میں کمی آپ نے چھوڑی پہلے
محفل غیر میں جب آئے جلانے ہم کو
شوق الفت سے ملا چین نہ بعد مُر دن
حسرتیں آئی ہیں تربت پہ ستانے ہم کو

غزل

اس چشمِ نیم وا کا اثر دیکھتے رہے
ہم دل میں ہی تمہاری نظر دیکھتے رہے
ہم وقتِ دید اپنا جگر دیکھتے رہے
طوفان اٹھ رہا تھا مگر دیکھتے رہے
تھے اس کی جستجو میں جدھر دیکھتے رہے
تھی اس سے کیا غرض کہ کدھر دیکھتے رہے
جان جہاں جہاں کی نظر محو دید تھی
ہم تیرا التفات نظر دیکھتے رہے
ہر چشم چشم نرگس و ہر دیدہ فرش راہ
ہم ان کو تا بہ حد نظر دیکھتے رہے
ہر ذرہ آفتاب ہے ہر شئے ہے آئینہ
جس رخ پہ پڑ گئی ہے نظر دیکھتے رہے
ہر آئینہ میں جلوہ ، آئینہ گر عیاں
ہر سمت تو ہی تو ہے جدھر دیکھتے رہے
اس زندگی میں شوقؔ مری مشکلیں ہیں کیا
باچشم التفات اگر دیکھتے رہے

غزل

یاد ہے گزرا زمانہ یاد ہے
یاد ہے دل کالگانا یا دہے
وصل کی شب ہائے وہ حیرانیاں
درد فرقت کا ستانا یاد ہے
درد سے معمور افسانہ مرا
یاد ہے رو کر سنانا یاد ہے
وقت رخصت وہ تری چشم کرم
ہاں مرے گھر کو بسانا یاد ہے
وہ لپٹ جانا مرا ہر گل سے شوقؔ
وہ مرا رونا رلانا یاد ہے

متفرق اشعار

مخمور بنادوں جسے دیکھوں مرے ساقی
آنکھوں میں ہی میخانے کا میخانہ بنا دے
ہاں ذرہ نوازی کی قسم اپنا بنا کر
بس شوقؔ کو اغیار سے بیگانہ بنا دے

ہو جس کی زلف پیچاں کے ہر پیچ میں صد دل پیچیدہ

وہ عجز و نیاز کو کیا جانے ، وہ ناز اٹھانا کیا جانے ؟

افسری ہو کہ وہ غلامی ہو
ناز تب ہو کہ یہ مدامی ہو

جی نہ بہلے جب تو اس دنیا کو لے کرکیا کریں
آ خیال یار آ ، آباد اک نئ دنیا کریں

فصل الثالث

علامہ پروفیسر ریاض محمود

پروفیسر علامہ ریاض محمود کا تعارف

حضرت علامہ پروفیسر ریاض محمود ابن مفتی اعظم علامہ مولانا محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت استاد الاساتذہ مولانا غلام محمود قدس سرہ 1945ء کو ممتاز علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔آپ نے اپنا مڈل کا امتحان ہائی سکول پپلاں سے حاصل کیا۔اپنے والد کی نگرانی میں آپ نے فاضل فارسی کا امتحان سیکنڈری بورڈ لاہور سے پاس کیا۔اس کے بعد آپ نے اپنے والد کی اجازت سے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ میں داخلہ لیا۔حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اس دارالعلوم کے ضیائے امت ہیں۔حضرت قبلہ ضیائے امت کے سایہء عاطفت میں ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی، میٹرک، ایف اے اور بی اے کے امتحانات پاس کیے۔ادیب عربی میں اپنے دارالعلوم میں اول پوزیشن حاصل کی۔صوبہ بھر میں تیسرے نمبر پر رہے۔قبلہ ضیائے امت مدظلہ العالی سے دورہ حدیث پر سند فراغت شیخ الاسلام حضرت علامہ پیر خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کے دست مبارک سے حاصل کیے۔بعد جامع رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول صاحب سے بھی دورہ حدیث پڑھا اور سند حاصل کی۔دورہ قرآن شریف حضرت علامہ فیض احمد اویسی بہاولپوری سے پڑھا اور سند حاصل کی۔اس کے بعد ایم اے (عربی، اور ایم اے (اسلامیات) کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پاس کیے۔تعلیم سے فراغت کے بعد چند سال دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں ابتدائی اسباق پاس کیے۔قبلہ ضیائے امت مدظلہ العالی نے صاحبزادہ صاحب کو برطانیہ کے شہر برمنگھم میں مدرسہ ضیاء القرآن میں تدریس کے فرائض سنبھالنے کا حکم دیا۔تقریباً آٹھ سال تک مدرسہ ضیاء القرآن برمنگھم میں بحسن وخوبی تدریس واشاعت دین اسلام کے فرائض سرانجام دیئے۔

1985ء میں حضرت مفتی علامہ محمد حسین شوق کے وصال کے بعد پپلاں آ کر اپنے آباؤ اجداد کے روایت قائم رکھتے ہوئے "دارالعلوم محمودیہ رضویہ" کی نظامت کے فرائض سنبھال لیے جن کو تا حال نبھا رہے تھے۔علامہ ریاض محمود کے پاس برطانیہ کی شہریت بھی ہے۔مدرسہ ضیاء القرآن برمنگھم کی انتظامیہ تک کا اصرار ہے کہ واپس آ جائیں لیکن پپلاں شہر کے اہل سنت الجماعت کے احباب کی محبت اور دارالعلوم محمودیہ رضویہ کی انتظامیہ نے واپس جانے سے روک دیا۔بعد

ازاں معاشی حالات کے پیش نظر ملازمت اختیار کر لی اور پھر گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد سے اسلامیات کے پروفیسر کے طور پر ریٹائر ہوئے۔

حضرت علامہ پروفیسر صاحبزادہ ریاض محمود کے دادا جان امام المنقولات والمعقولات استاذ العلماء والفضلاء، رئیس المدرسین حضرت مولانا حافظ غلام محمود پپلانوی نے اس عظیم درس گاہ "جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ" کی بنیاد رکھی۔ان کی وفات پر ملال کے بعد ان کے لخت جگر مفتی اعظم پاکستان ،فخر المدرسین استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حسین شوق نے اپنے والد گرامی کے اس عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور تا حیات دین کی خدمت سرانجام دی۔ان کا شوق عظیم تھا اور وہ زندگی کے آخری لمحے میں بھی وہ علم دین کی خدمت میں مصروف تھے۔آج ان کے عظیم شاگرد علم دین کی خدمت میں مصروف تھے۔آپ کی وفات کا عرصہ گزر چکا ہے مگر لوگوں کے دلوں میں آج بھی محبت وعقیدت پائی جاتی ہے۔آج بھی تحصیل پپلاں میں "شوق کا شوق" اور "شوق کی نگری" کے نعرے گونجتے ہیں۔مولانا پروفیسر ریاض محمود کی یہ عظیم قربانی ہے کہ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے لندن کی شہریت چھوڑ کر اور مال و دولت ترک کر کے خالصتاً خدمت دین کے لیے واپس وطن تشریف لائے اور آج تک دن رات دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔آپ ایک عظیم عالم، عظیم مبلغ، عظیم مدرس، عظیم خطیب اور عظیم قائد ہیں۔ریا کاری اور لالچ نام کی آپ میں کوئی چیز نہیں ہے۔آپ کثرت سے جلسوں کی سرپرستی فرماتے ہیں اور خطاب بھی فرماتے ہیں مگر یہ ساری دینی اور مذہبی مصروفیات آپ فی سبیل اللہ سرانجام دیتے ہیں۔

ہمیں اس گھرانے سے بے پناہ محبت ہے۔اس لیے کہ ہمیں اس گھرانے سے علم وفضل جیسی عظیم دولت نصیب ہوئی ہے ۔میرے استاد علامہ مولانا حافظ اللہ بخش دامت برکاتہم نے مفتی محمد حسین شوق سے علم حاصل کیا اور پھر مفتی صاحب کے لخت جگر استاد العلماء علامہ ریاض محمود سے علم دین حاصل کیا پھر استاد محترم مولانا الحاج اللہ بخش دامت کے ذریعے ہمیں بھی بزرگ ہستیوں کے علم و فیضان کا کچھ حصہ ملا۔استاد العلماء مولانا ریاض محمود سے ایف اے اور بی اے میں شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔میرے استاد محترم چچا جان اس گھرانے سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔کہ یہ ان کا استاد گھرانہ ہے۔میرے زمانہ طالب علمی میں کبھی کبھار وہ مجھے حضرت قبلہ مفتی صاحب کے محبت بھرے واقعات سناتے تھے۔میرے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ مولانا ریاض محمود کے دونوں صاحبزادے نیاز محمود اور خالد محمود نے مجھ سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔

جب مولانا ریاض محمود تشریف لائے تو چچا جی نے مجھے حکم دیا کہ آپ صاحبزادگان کو پڑھائیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس گھرانے کے ہم پر بہت احسان ہیں۔میری خواہش یہ ہے کہ صاحبزادگان پوری محنت سے پڑھائی کریں۔اللہ آپ

کوعمر خضر عطا فرمائے۔کیونکہ آپ جیسے عظیم لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پے روتی رہی

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

"جامعہ محمودیہ رضویہ" کی تاریخ لکھ کر محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم نے ایک اہم کارنامہ سرانجام دیا۔خدا انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔آمین

پروفیسر علامہ ریاض محمود کی شخصیت وخدمات

پروفیسر علامہ ریاض محمود کا تعلق پپلاں کے معروف مذہبی گھرانے سے ہے۔آپ کے دادا مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کا عرصہ حیات 1865ء تا 1948ء کے دورانیے پر محیط ہے۔وہ ہندوستان سے علم دین کی تکمیل کے بعد مختلف جگہوں پر پڑھاتے رہے اور آخر کار انہوں نے اپنے علاقہ پپلاں میں آکر علوم دینیہ کے چراغ جلائے۔دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کے دینی وعلمی حلقوں میں نامور عالم دین، معتبر فقیہہ، مقتدر محشی، منفرد خطیب اور بے مثل مدرس مشہور ہوئے۔مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دینی کتب لکھیں۔وفات کے بعد ان کا یہ ورثہ ان کے بیٹے مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ نے سنبھالا۔ان کا عرصہ حیات 1912ء سے 1985ء تک پھیلا ہوا ہے۔وہ بھی اپنے والد کی طرح ہندوستان سے فارغ التحصیل تھے۔انہوں نے عین عالم شباب میں دین کی تکمیل کے بعد پپلاں میں مستقل طور پر جامعہ محمودیہ رضویہ میں درس نظامی پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔اس کا سنگ بنیاد ان کے والد نے 1903ء میں رکھا تھا۔مولانا محمد حسین شوق اپنے والد کی دینی متاع کے وارث ہونے کے ساتھ ساتھ چند نمایاں خوبیوں کے باعث تقسیم سے پہلے او ربعد میں ہندوستان و پاکستان کے دینی حلقوں میں اپنے انداز خطابت، فتاء نویسی، زہد وتقویٰ، علمیت، ریاضت، تدریس وانتظامی امور میں مہارت کے باعث ابدی شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔علاوہ ازیں ان اوصاف حمیدہ سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ اردو، سرائیکی اور فارسی کے بہترین نعت گو، غزل گو شاعر کے طور پر بھی متعارف ہوئے۔ایسا امتیازی وصف بہت کم علماء اور فضلاء کے حصے میں آتا ہے۔قبلہ شوق کا یہ کلام مربوط صورت میں منظر عام پر لانے کی کوشش بارآور ثابت ہوئی ہے جبکہ ان کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔اسی خانوادے میں مولانا ریاض محمود کی صورت میں ایک ایسا چاند طلوع ہوا جس کے حسن وجمال کی ضوفشانیاں ہزاروں انسانوں کو قعر مذلت اور جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا باعث بن رہی ہیں۔چاند کبھی کبھار گہنا بھی جاتا ہے مگر پھر اپنے مدار میں پوری آب وتاب کے

ساتھ رواں دواں رہتا ہے۔ بعینہ علامہ ریاض محمود کی ریٹائرمنٹ کو چاند گرہن ہی کہوں گا جو تھوڑی دیر کے لیے تھا مگر اب پوری چمک دمک کے ساتھ محوِ سفر ہے۔

کالج میں بحیثیت کولیگ اپنی علمیت، رفاقت، شفقت، انداز تدریس، حسن اخلاق، حسن معاملات اور فہم وفراست کا عمدہ ترین مرقع ہونے کے باعث ان کی فقید المثال خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ طلباء، اساتذہ اور مختلف پرنسپل صاحبان کے دور میں محولہ بالا امتیازی اوصاف کی وجہ سے ہمیشہ مقبول رہے یہی وجہ ہے کہ ان کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر دل ملول اور ہر چہرہ مرجھایا ہوا تھا لیکن وقت کی ظالم تلوار کب ان احساسات کی پرواکرتی ہے۔ وہ تو ازل سے بے نیام ہے۔ بہر حال ہمیں یہ جدائی کا صدمہ صبر و تحمل اور حلم و بردباری سے برداشت کرنا تھا۔ وہ جدا ہو کر بھی ہم میں موجود رہے اور ہمارے دلوں کی دھڑکن اور قلب ونظر کا سکوں ثابت ہوئے۔

جناب علامہ ریاض محمود اپنے دادا اور والد کے علمی و دینی ورثے کے سچے امین ثابت ہوئے مگر چند خصوصیات نے انہیں اپنے وقت کے علماء میں ممتاز و ممیز کیا۔

بہاولپور اور بھیرہ میں قدیم وجدید علوم سے آراستہ ہونے کے ساتھ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (اسلامیات) اور ایم اے (عربی) کے امتحانات نمایاں حیثیت سے پاس کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعہ محمودیہ رضویہ میں پڑھاتے رہے۔ کچھ عرصہ کراچی میں تدریس اور خطابت سے بھی وابستہ رہنے کے بعد تبلیغ اسلام کے سلسلے میں انگلستان چلے گئے۔ وہاں آٹھ سالہ قیام کے دوران انہوں نے مغرب کی تہذیب کی آلائشوں اور خباثتوں کا مشاہدہ کیا لیکن دامن میں تقویٰ اور زہد و ریاضت کے باعث مغرب کی چکا چوند روشنی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد اس بے تاج بادشاہ کی علمی و دینی متاع کے جانشین بنے۔ جدید وقدیم علوم کے حصول اور ان تہذیبوں کے مشاہدے نے علامہ ریاض محمود کو ایک بالغ نظر اور روشن خیال مذہبی رہنما بنا دیا۔ تدریس میں ان کا منفرد اور دلکش لب ولہجہ طلباء کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ راقم اس اعزاز پر نازاں ہے کہ 78-1977ء میں جہاں مفتی محمد حسین شوق اور علامہ سید احمد سے فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھتا رہا، وہیں علامہ ریاض محمود سے بھی اکتساب علم کرتا رہا۔ یہ میری زندگی کے خوشگوار ترین لمحات تھے۔

فقہی مسائل میں لوگوں کے سوالات کے مدلل جوابات عام فہم انداز میں دینا ان کا طرہ امتیاز ہے۔ دینی اجتماعات، نماز جنازہ اور قل خوانی میں بلا تفریق غریب و امیر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ خدمات خالص دینی فریضہ سمجھ کر بے لوث سرانجام دیتے ہیں اور کسی قسم کا معاوضہ نہیں لیتے۔ عوام الناس میں ہر دلعزیزی کا ایک بڑا سبب ان کا یہ مخلصانہ طرز زیست بھی ہے۔ دوستوں میں گھل مل جانا، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہونا، دوستوں میں نفرت واختلافات کو صلح اور دوستی

میں بدلنا،نفرت اور دشمنی کومحبت اور خوشی میں ڈھالنا، دہشت گردی اور مذہبی کشیدگی اور منافرت کو مذہبی رواداری اور اتحادویگانگت کا روپ دینا جیسے اوصاف حمیدہ اخلاق محمد ﷺ کی اتباع کا عمدہ نمونہ ہیں جوان کی سحر انگیز شخصیت کا اعزاز ہے۔

ان کا خطابت کا انداز بھی جداگانہ اور دل پذیر ہے۔قرآن وحدیث، بزرگان دین کے واقعات اور فرمودات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اور آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کی زندگیوں کا مطالعہ، مغازی اور اسماء الرجال سے استفادہ،تقریروں میں ان کے استدلال کی جان ہے۔وہ اختلافی مسائل کو خواہ مخواہ موضوع نہیں بناتے مگر ضرورت پڑنے پر مدلل انداز میں اپنے مسلک اور دینی نظریات کا دفاع کرتے ہیں۔دوران گفتگو وتقریر کسی کی تضحیک نہیں کرتے،کسی کی دل آزاری نہیں کرتے، نہ خود جذباتی ہوتے ہیں اور نہ اپنے معتقدین کو جذباتی ہونے کا درس دیتے ہیں بلکہ رواداری،حوصلے،صبر اور حلم وبردباری کا درس دیتے ہیں۔وہ خود امن وآشتی کے سفیر ہیں اور ان کے پیروں کاروں کی اکثریت اسی راہ پر گامزن ہے۔یہ سہرا علامہ ریاض محمود کے سر ہے کہ اب تک ہمارے علاقے میں مذہبی رواداری کی روایت معتبر اور قابل رشک ہے۔

مبلغ اسلام کی حیثیت سے آٹھ سالہ قیام کے دوران انگلستان کے طول وعرض میں ان کی دینی خدمات اور اتحاد بین المسلمین کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔گزشتہ چند برسوں میں بھی وقتاً فوقتاً تبلیغ اسلام کے سلسلے میں انگلستان جاتے رہے ہیں۔اس طرح امت مسلمہ کے اتحاد ویگانگت، دین متین کی تبلیغ اور حقانیت کے سلسلے میں اندرون ملک اور بیرون ملک خدمات ان کی زندگی کا سنہرا باب ہیں۔

مجموعی طور پر علامہ ریاض محمود کی زندگی اور خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ان کی شخصیت قدیم وجدید علوم کے حسین امتزاج کا مرقع ہے۔علامہ موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور چند کتب زیر تسوید ہیں۔ریٹائر منٹ کے بعد تمام تر توجہ مدرسے میں دینی علوم کو جدید خطوط پر روشناس کرنے،تبلیغ اسلام کو موثر بنانے اور مذہبی ہم آہنگی ورواداری پر مرکوز کر رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو بار آور کرے اور ہمیں اس شجر سایہ دار سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ ریاض محمود کی شخصیت پر تاثرات واظہار خیال

ا۔ علامہ ریاض محمود کی ریٹائرمنٹ پر منعقدہ تقریب میں پروفیسر ملک حبیب اللہ اتراء کا اظہار خیال

قابل صداحترام مشائخ اور علمائے کرام! معززین علاقہ!! محترم پروفیسر صاحبان اور عزیز طلباء!

آج اس باوقار تقریب کا انعقاد ہمارے کالج کے ایک قابل، ذہین، عالم فاضل اور مشفق ومہربان پروفیسر جناب علامہ ریاض محمود کی ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی اس ادارے میں شاندار عمدہ خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ پروفیسر علامہ ریاض محمود اور ان کے خاندان کے مذہبی اکابر مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ کا چرچا دور ونزدیک پھیلا ہوا ہے۔ اس غائبانہ تعارف کے بعد علامہ ریاض محمود سے میری ملاقات ہوئی۔ جب پہلی مرتبہ تبادلے کے بعد میں گورنمنٹ کالج لیاقت آباد میں آیا۔ اس پہلی ملاقات میں میں جناب علامہ ریاض محمود کی سحر انگیز شخصیت، علمیت اور حسن اخلاق سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا۔

میں نے سالہا سال کی تدریس اور پھر پرنسپل معلم کی حیثیت سے ایسی شخصیات بہت کم دیکھی ہیں جن میں دین اور دنیا کا حسین امتزاج موجود ہوتا ہے۔ یہ وصف پروفیسر علامہ ریاض محمود میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

کالج میں ان کی شاندار کارکردگی کا ثبوت ان کے طلباء ہیں۔ جو ہمیشہ ان کے انداز تدریس سے مطمئن اور لطف اندوز ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں تمام اساتذہ بھی ان کے حسن اخلاق، باہمی پیشہ ورانہ ربط اور پر تاثیر انداز گفتگو کے قائل رہے ہیں۔ دوستوں کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہوتا ہے تو علامہ ریاض محمود کی شخصیت ہی تھی جو بالآخر ان کے درمیان صلح اور بھائی چارے کا سبب بنتی۔ علامہ صاحب کی صلح جوئی اور آپس میں اخوت سے رہنے کی کوشش ان کے خلوص اور شفقت کی یاد دلاتی رہے گی۔

۲۔ پیر طریقت فقیر محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھور شریف عیسیٰ خیل

مولانا مفتی محمد حسین شوق صاحب کچھ عرصہ ترگ شریف (عیسیٰ خیل) میں درس نظامی پڑھاتے رہے۔وہ اکثر جمعرات کو بھور شریف آجاتے اور جمعہ پڑھ کے چلے جاتے۔میرے والد گرامی پیر طریقت شیخ باصفا فقیر فتح محمد بھوروی رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ان کے دینی و علمی مرتبے کے قدر دان تھے۔حضرت نے مولانا شوق کو مشورہ دیا کہ آپ کے لیے بہتر ہے۔آپ اپنے والد کے قائم کردہ جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں جا کر پڑھائیں۔اس میں آپ کے لیے خیر و برکت ہوگی چنانچہ آپ حضرت بھوروی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق پپلاں واپس آکر مستقل طور پر اپنے مدرسے میں پڑھانے لگے اور پھر خدا نے اس مدرسے کو لوگوں کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنا دیا اور اب رہتی دنیا تک یہ فیضان جاری رہے گا۔خدا تعالیٰ اس دینی درس گاہ کی خدمات قبول فرمائے اور مزید ترقی عطا کرے۔ آمین ثم آمین!

۳۔ صاحبزادہ محمد ضیاء اللہ بھور شریف

صاحبزادہ علامہ ریاض محمود کچھ عرصے عیسیٰ خیل کالج میں پڑھاتے رہے۔اس وقت ملاقات رہتی تھی۔ان کے بزرگوں سے ہمارے بزرگوں کے مراسم رہے۔عیسیٰ خیل میں مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد پیر وارث شاہ گیلانی اکثر اپنے استاد کی علمیت اور قابلیت کا ذکر کرتے تھے خدا کرے کہ صاحبزادہ ریاض محمود صاحب کی قیادت میں "جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں" کامرانی و نصرت سے ہم کنار ہو اور کتاب کے مصنف عبدالکریم قاسم کو جزائے خیر عطا ہو۔آمین!

۴۔ سردار محمد سبطین خان

سابق صوبائی وزیر معدنیات پنجاب

میں اپنے لیے اسے بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں کہ پروفیسر علامہ ریاض محمود صاحب کی الوداعی تقریب بسلسلہ ریٹائرمنٹ میں بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا ہوں۔ پروفیسر علامہ ریاض محمود کے دادا اور والد گرامی کی دینی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں اور اب علامہ ریاض محمود صاحب اس دینی متاع کے وارث ہیں۔ جو خوش اسلوبی سے دینی مدرسے " جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں " کا انتظام چلا رہے ہیں۔ پپلاں کی تاریخی اہمیت اپنی جگہ لیکن قبلہ مفتی بیرون ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پپلاں کی تاریخی اہمیت اپنی جگہ لیکن قبلہ مفتی محمد حسین شوق کی دینی خدمات کے اعتراف میں اس دھرتی کو "شوق کی نگری" بھی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے میں بھی اس گھرانے کی عقیدت اور احترام میں برابر کا شریک ہوں۔ خدا کرے کہ علامہ ریاض محمود صاحب کی روحانی و دینی قیادت میں پپلاں کا یہ قدیمی و تاریخی مدرسہ دن دگنی رات چگنی ترقی کرے اور اس کتاب کے مرتب پروفیسر عبدالکریم قاسم کو جزائے خیر دے۔

۵۔ فخر اہل سنت، مجاہد ملت پروفیسر علامہ ریاض محمود صاحب

(ڈاکٹر قاری محمد مظفر)

تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں دو شخصیتیں ایسی ہیں جن کو میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔ایک تو عظیم صوفی درویش، استاد العلماء فخر المدارس حضرت سید احمد چشتی نور اللہ مرقدہ، جن سے ناچیز اور برادرم مولانا حافظ محمد اکرم نے ابتدائی فارسی صرف و نحو کی کتب پڑھیں۔وہ نہایت شفقت اور محبت سے ہمیں پڑھاتے تھے۔ان کی شفقتیں اور محبتیں ہمیں نہیں بھولیں گی ۔ان کی مجذوبانہ طبیعت اور سادگی کی مثال ہمیں کہیں اور نہیں ملتی۔وہ ہمارے استاد بھی تھے اور استاد الاساتذہ بھی تھے ۔ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ سے پاک تھے۔عظیم عالم، عظیم صوفی اور علوم اسلامیہ کے مایہ ناز مدرس تھے۔

دوسری عظیم شخصیت فخر اہل سنت، مجاہد ملت، علامہ ابن علامہ استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ پروفیسر ریاض محمود دامت برکاتہم کی ہے جن کی شخصیت پر ضلع میانوالی کے علماء کو فخر ہے۔آپ اہل سنت والجماعت کے عظیم سکالر اور عظیم مذہبی قائد ہیں۔ان کا گھرانہ علم و عمل کے باعث بہت عظیم گھرانہ ہے کہ اس گھرانے کے علم و فیضان کی برکت سے لوگ پاکستان، عالم اسلام اور یورپ میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت علامہ پروفیسر صاحبزادہ ریاض محمود کے دادا جان امام المنقولات والمعقولات، استاذ العلماء والفضلاء، رئیس المدرسین حضرت مولانا حافظ غلام محمود پپلانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم درس گاہ "جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ" کی بنیاد رکھی۔ان کی وفات پر ملال کے بعد ان کے لخت جگر رفقیہہ العصر مفتی اعظم پاکستان، فخر المدرسین، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ نے اپنے والد گرامی کے اس عظیم مشن کو آگے بڑھایا اور تاحیات دین کی خدمت سرانجام دی۔ان کا شوق عظیم تھا کہ زندگی کے آخری لمحہ میں بھی وہ علم دین کی خدمت میں مصروف تھے۔آج ان کے عظیم شاگرد علم دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

ان کی وفات کو عرصہ گزر چکا ہے مگر آج بھی لوگوں کے دلوں میں ان کی بے پناہ عقیدت و محبت پائی جاتی ہے۔آج بھی

تحصیل پپلاں میں "شوق کا شوق" اور "شوق کی نگری" کے نعرے گونجتے ہیں ۔ یہ ان کے ساتھ لوگوں کی محبت اور عقیدت کا بڑا ثبوت ہے ۔آج کل یہ عظیم دینی درس گاہ حضرت قبلہ مفتی صاحب کے لخت جگر ممتاز عالم دین ،مبلغ اسلام ،فخر اہل سنت ،استاذ العلماء حضرت مولانا صاحبزادہ پروفیسر ریاض محمود صاحب دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی ترقی کی راہ پر گامزن ہے ۔فخر اہل سنت علامہ مولانا پروفیسر ریاض محمود کی یہ عظیم قربانی ہے کہ اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے لندن کی شہریت چھوڑ کر اور مال ودولت ترک کر کے خالصتاً خدمت دین کے لیے واپس وطن تشریف لائے اور آج تک دن رات دین کی خدمت میں مصروف ہیں ۔آپ ایک عظیم عالم ،عظیم مبلغ ،عظیم مدرس ،عظیم خطیب اور عظیم قائد ہیں ۔دینی اور ملی غیرت وحمیت کا جذبہ ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ۔تصنع ،ریا کاری اور لالچ نام کی آپ میں کوئی چیز نہیں ہے ۔آپ کثرت سے جلسوں کی سرپرستی فرماتے ہیں اور خطاب بھی فرماتے ہیں مگر یہ ساری دینی اور مذہبی مصروفیات آپ فی سبیل اللہ سرانجام دیتے ہیں ۔حق گوئی ،شجاعت اور قناعت پسندی آپ کے خاص اوصاف ہیں ۔آپ نے خدمت دین کے لیے "سنی تحریک" قائم فرمائی ہے جو آپ کی قیادت میں خدمت دین اور خدمت مسلک اہل سنت والجماعت کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہے ۔

ہمیں اس گھرانے سے بے پناہ محبت ہے ۔اس لیے کہ ہمیں اس گھرانے سے علم وفضل جیسی عظیم دولت نصیب ہوئی ہے ۔میرے استاد جناب محترم چچا جان استاد الحفاظ ولقراء حضرت علامہ مولانا حافظ اللہ بخش دامت برکاتہم نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور پھر حضرت قبلہ مفتی صاحب کے لخت جگر جناب استاذ العلماء حضرت علامہ ریاض محمود سے علم دین حاصل کیا۔ پھر میرے استاد محترم چچا جان جناب حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ اللہ بخش دامت برکاتہم کے ذریعے ہمیں بھی بزرگ ہستیوں کے علم وفیضان کا کچھ حصہ ملا ۔

استاذ العلماء حضرت علامہ پروفیسر ریاض محمود سے ایف اے اور بی اے میں شاگردی کا شرف حاصل ہوا ۔ان کا ماہرانہ انداز تدریس اور محبت وشفقت مجھے نہیں بھول سکتیں ۔میرے استاد محترم چچا جان اس گھرانے سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں کہ یہ ان کا استاد گھرانہ ہے ۔میرے زمانہ طالب علمی میں کبھی کبھار وہ مجھے حضرت قبلہ مفتی صاحب کے محبت بھرے واقعات سناتے تھے ۔میرے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ حضرت قبلہ استادیم ریاض محمود صاحب کے دونوں صاحبزادگان جناب نیاز محمود ،صاحبزادہ خالد محمود اور تینوں بھتیجوں جناب خاور محمود ،قیصر محمود اور آفتاب محمود نے مجھ سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا ۔حضرت قبلہ استادیم علامہ ریاض محمود صاحب تشریف لائے تو قبلہ چچا جی نے مجھے حکم دیا کہ آپ صاحبزادگان کو پڑھائیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس گھرانے کے ہم بہت احسانات ہیں ۔میری خواہش ہے کہ پوری لگن اور محنت سے صاحبزادگان تم سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کریں ۔حضرت استادیم صاحب کا سایہ تا دیر قائم رہے

اور آپ کو اللہ تعالیٰ عمر خضر عطا فرمائے کیونکہ آپ جیسے عظیم لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

"جامعہ محمودیہ رضویہ" کی تاریخ لکھ کر میرے محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم نے ایک اہم کارنامہ سرانجام دیا۔ خدا انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

علامہ ریاض محمود مدظلہ العالی

(گفتگو)

س: کچھ اپنے بچپن کے بارے میں بتائیے؟

ج: میں نے خوش قسمتی سے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ بچپن قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آوازیں کانوں میں سنائی دیتی رہیں۔ 1945ء میرا سال پیدائش ہے۔ وہ زمانہ سادگی اور برکت کا زمانہ تھا۔ معاشرہ پر امن اور پرسکون تھا۔ پانچ آنے کلو دیسی گھی اور چار آنے کلو بکرے کا گوشت تھا۔ کھیلوں میں کبڈی اور والی بال کھیلی جاتی تھیں۔ مجھے بچپن میں والی بال کھیلنے کا شوق تھا۔ سکول اور دینی تعلیم بھی ساتھ ساتھ جاری رہی۔

س: آپ نے آنکھ کھولی تو داداجان اور والد گرامی کو کیسا پایا؟

ج: 1948ء میں داداجان غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے لہذا ان کی کوئی بات لوح ذہن پر محفوظ نہیں۔ قبلہ والد صاحب کو پڑھتے پڑھاتے دیکھا۔ وہ ایک عالم ربانی تھے۔ ان کے معمولات کچھ اس طرح تھے۔ صبح کی نماز کے بعد "دلائل الخیرات" کا وظیفہ فرماتے۔ چائے نوش فرمانے کے بعد دارالعلوم محمودیہ رضویہ تشریف لے جاتے۔ وہاں ایک بجے تک طلباء کو اسباق پڑھاتے۔ گھر تشریف لاتے اور کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کرتے۔ پھر کتب کا مطالعہ شروع کر دیتے۔ کوئی فتویٰ لینے آتا تو اسے فتویٰ عنایت فرماتے بعد نماز عصر "حزب البحر" کا وظیفہ پڑھتے۔ نماز مغرب کے بعد نوافل پڑھ کر کھانا تناول فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد پھر مطالعہ شروع کر دیتے۔ تہجد کی نماز زندگی میں کبھی قضا نہیں کی۔ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سونے کے اوقات کے علاوہ درس و تدریس کے تبادلے اور فتویٰ لکھنے اور عبادات و وظائف میں مصروف رہتے۔

س: آپ نے دینی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ اپنے نامور اساتذہ کے اسمائے گرامی بتائیے؟

ج: اپنی دینی تعلیم کا آغاز دارالعلوم محمودیہ رضویہ میں اپنے والد گرامی سے کیا۔ قبلہ استاد سید احمد صاحب سے بھی اسباق

پڑھے۔فاضل فارسی کے اسباق قبلہ والد صاحب سے پڑھے۔نمایاں حیثیت سے امتحان پاس کیا۔بعدازاں بھیرہ شریف میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا تعلیمی کورس مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دورہ حدیث حضرت علامہ استاذالاساتذہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سے پڑھا۔دورہ قرآن شریف بہاولپور میں حضرت علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔

س: عملی زندگی کا آغاز یعنی دینی علوم کی تدریس کہاں سے شروع کی؟

ج: تدریس کا آغاز اپنے دارالعلوم محمودیہ رضویہ سے کیا۔قبلہ والد صاحب کی موجودگی میں فارسی اسباق پڑھاتا رہا۔کچھ عرصہ کراچی میں بھی پڑھایا۔کراچی کی آب وہوا راس نہ آئی تو لوٹ آیا۔

س: کالج میں بطور لیکچرار کہاں پڑھاتے رہے؟

ج: لیکچررشپ 1985ء سے شروع ہوئی۔میں گورنمنٹ ڈگری کالج عیسیٰ خیل، گورنمنٹ ڈگری کالج پنڈی گھیپ ،اور گورنمنٹ ڈگری کالج لیاقت آباد میں بطور لیکچرار اسلامیات تعلیم دیتا رہا۔

س: اپنے دادا اور والد گرامی کی تصنیفات کی کچھ تفصیل بیان فرمائیے؟

ج: دادا قبلہ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں سے قابل ذکر کتاب "نجم الرحمن" ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عطائی پر ایک مضبوط، مستند اور مدلل تصنیف ہے۔اس کا جواب فریق مخالف آج تک نہیں دے سکے۔دوسری تصنیف عربی گرامر علم نحو کے موضوع پر ہے۔اس کا نام "تحفہ سلیمانی" ہے۔یہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔مکمل عربی میں ہے۔رئیس الفقہ حضرت عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ شوقؔ کے وصال پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ "تحفہ سلیمانی" پورے پاکستان میں صرف سبقاً میں ہی پڑھاتا ہوں۔عام مولوی کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس کتاب کا عربی ادب علامہ تفتازانی کے طرز تحریر پر ہے۔علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ دادا جان کے ہی شاگرد رشید تھے۔تیسری تصنیف "ارمغان شاداں" فارسی گرامر کی کتاب ہے۔قبلہ والد صاحب کے رسائل جو فقہی مسائل کی توضیح اور اخلاقی عقائد کی تشریح میں ہیں، میرا ارادہ ہے کہ ان تمام کو کتابی شکل میں شائع کروں۔وہ رسائل یہ ہیں:

جام حیات

کلمۃ التقویٰ

السیف البارق

النور والضیا

جوازالجمعۃ فی القریٰ

اذان سے پہلے اور بعد میں درود پاک پڑھنے کا جواز

س: بیرون ملک قیام کب سے کب تک رہا؟

ج: برطانیہ میں قیام تقریباً آٹھ سال رہا۔ ویسے سیر وسیاحت کے لیے فرانس اور ہالینڈ بھی گیا ہوں۔

س: دین اسلام کی تبلیغ کے دوران بیرون ملک کتنے لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا؟

ج: انگریز قوم صرف تبلیغی وفود کے وعظ ونصیحت سے مسلمان نہیں ہوتی ۔انگریز سارے ادیان کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ہندومت، سکھ، یہودیت، عیسائیت اور اسلام وغیرہ مذاہب کی کتب کا دس یا پندرہ سال تک مطالعہ کرتے ہیں۔ تحقیق کرتے ہیں ۔ بعد ازاں وہ اسلام قبول کرتے ہیں کہ اسلام آسان اور قابل عمل دین ہے ۔ پھر وہ ہم سے بہتر مسلمان ثابت ہوتے ہیں کیونکہ دل کی گہرائی سے اسلام قبول کرتے ہیں ۔ پھر ظاہری طور پر کسی عالم کے پاس جا کر کلمہ طیبہ پڑھ لیتے ہیں ۔میرے پاس اس آٹھ سالہ قیام کے دوران صرف دو انگریز میاں بیوی آئے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوئے

س: مغربی اور مشرقی تہذیب میں کیا فرق ہے؟

ج: آج دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے ۔ جو فیشن برطانیہ سے شروع ہو، وہ دوسرے دن پاکستان میں دیکھا جاتا ہے ۔ پوری دنیا کی لمحہ لمحہ کی خبریں گھر بیٹھے ٹی وی، ریڈیو اور انٹرنیٹ پر ملتی ہیں ۔ برائی اور فحاشی کی اشاعت میں مشرق اور مغرب برابر نہیں ہیں بلکہ اسلامی معاشرہ دوسری اخلاقی برائیوں میں مغرب سے بڑھ چکا ہے۔ دہشت گردی، جھوٹ ، ملاوٹ، ناانصافی، ظلم اور جہالت اسلامی معاشرے کا طرہ امتیاز بن گیا ہے جبکہ مغربی معاشرہ میں ابھی تک عدل موجود ہے، امیر وغریب کو انصاف ملتا ہے اور صرف عدل کی وجہ سے مغرب کا معاشرہ قائم ہے ۔ معاشی طور پر وہ مضبوط لوگ ہیں ۔ برطانیہ کے کسی ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاپ یا بازار میں آپ کو گداگر نظر نہیں آئے گا۔

س: تاریخ اسلام میں آپ کی آئیڈیل شخصیات کون سی ہیں؟

ج: آئیڈیل شخصیات میں سب سے پہلے تو حبیب کبریا امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

تمہارے لیے اللہ کے رسول کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ہے ۔ بعد ازاں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم ، میرے پیر ومرشد پیر غلام محی الدین المعروف بابو جی رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی ، میرے استاد گرامی قبلہ ضیاء الامت پیر کرم شاہ

الازہری رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والد گرامی مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ۔

س: آپ کے خیال میں امت مسلمہ کے زوال کے اسباب کون سے ہیں؟

ج: امت مسلمہ کے زوال کا بنیادی سبب اسلام سے دوری ہے۔

علامہ اقبال نے فرمایا:

یوں تو سید بھی ، مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
حرم پاک بھی ، اللہ بھی ، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اسلامی اصولوں سے انحراف، کردار کا دوغلا پن، اخلاقی اقدار کا دیوالیہ پن امت مسلمہ کے زوال کے اسباب ہیں۔

س: عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل کا حل کیا ہے؟

ج: عصر حاضر میں امت کے مسائل کا حل قرآن کے اصولوں کی پیروی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع میں ہے۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

مضبوط معاشی نظام، جدید ٹیکنالوجی پر مکمل عبور، عالم اسلام کا آپس میں اتفاق واتحاد عظمت رفتہ کو بحال کرنے کا طریقہ ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجالا کردے

س: اپنی تصنیفات وتالیفات کا تعارف کرائیے؟

ج: میری تصنیفات فی الحال دو ہیں۔

ا۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں نداء استغاثہ کا جواز

۲۔ اسلام میں دہشت گردی کی ممانعت

س: موجودہ دہشت گردی کی لہر اور اس کی روک تھام کے اقدامات سے اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کا حل کیا ہے؟

ج: موجودہ دہشت گردی کا حل یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی روح سے روشناس کرایا جائے۔ حدیث پاک میں ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ بلا وجہ اسلام ایک چیونٹی کو مارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ پیاسے کتے کو پانی پلانے میں نجات اخروی کی خوشخبری دیتا ہے۔ ملک پاکستان میں تمام فرقہ وارانہ لٹریچر کے پھیلاؤ پر پابندی ہونی چاہیے۔ نفرت پھیلانے والے علماء اور سیاسی لیڈروں کی سزا تجویز کی جائے۔ غیر ملکی تخریب کاروں پر کڑی نظر رکھی جائے کیونکہ ملت کفر اسلام کی سخت مخالف ہے۔ کسی اسلامی ملک کی ترقی نہیں دیکھ سکتی۔

س: مغربی طاقتوں کی اسلام دشمن پالیسیوں کا مقابلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

ج: مغربی طاقتیں اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ ان کے مقابلے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عالم اسلام میں مکمل اتحاد قائم ہو۔ عالم اسلام کی مشترکہ فوج، مشترکہ بینک اور مکمل باہمی تعاون ہو اور سب مل کر کفر کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ جدید ٹیکنالوجی پر مکمل عبور حاصل کریں۔ معاشی طور پر خود کو مضبوط کریں۔

س: آپ امت مسلمہ کے مستقبل کو کیسے دیکھتے ہیں؟

ج: امت مسلمہ میں اتفاق و اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے مستقبل بہت مخدوش ہے۔ افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر میں مسلمانوں پر کافر ظلم کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ عسکری کمزوری، نا اتفاقی اور اسلام سے دوری ہے۔ حضرت علامہ اقبال کہتے ہیں:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

لیکن رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ ہر شب کی سحر ہے ہر خزاں کے بعد بہار ہے۔ بقول اقبال:

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

س: مغربی معاشرے کے اچھے اور برے پہلو کون سے ہیں؟

ج: مغربی معاشرے میں امن، سکون اور عدل ہے۔ معاشی مضبوطی ہے۔ کوئی شخص رات کو بھوکا نہیں سوتا۔ کسی سڑک پر گداگر دکھائی نہیں دیتا۔ ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی شہزادہ چارلس کرے تو اس کو بھی سزا ملتی ہے۔ قانون کی نگاہ میں سارے شہری برابر ہیں جبکہ برے پہلو ہر کوئی جانتا ہے۔

س: اپنی اولاد، خاص طور پر نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج: نئی نسل جدید تعلیم ضرور حاصل کرے۔ سائنسی علوم پر مکمل عبور حاصل کرے۔ ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقفیت انتہائی ضروری ہے تا کہ وہ صحیح اور سچا مسلمان بھی ہو اور معاشرے کا مفید شہری بنے۔

س: جامعہ محمودیہ رضویہ کے سو سال مکمل ہونے پر آپ اسے نئے خطوط پر استوار کرنے کے لیے کیا اقدامات کر رہے ہیں؟

ج: دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم بھی دی جائے۔ عربی کے طلباء کو کمپیوٹر وغیرہ بھی سکھایا جائے تا کہ مستقبل میں وہ معاشی طور پر مضبوط ہوں۔ فی الحال وسائل محدود ہیں لیکن انشاء اللہ کوشش جاری رکھیں گے۔

س: اپنے ملک کے سیاستدانوں اور مذہبی اکابر کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں؟

ج: جمہوریت اور سیاست کے بارے میں میرا نظریہ وہی ہے جو علامہ اقبال کا ہے:

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

لہذا موجود سیاست سے بہتری کی کوئی امید نہیں ہے۔ یہ جنگ زرگری ہے۔ امیروں کی تجارت ہے۔ ممبری کے حصول کے لیے لاکھوں خرچ کرتے ہیں۔ ممبر بن کر کروڑوں وصول کرتے ہیں۔ مذہبی اکابر کا چاہئے کہ وہ مسلمانوں میں صحیح اسلامی روح بیدار کریں۔ اس دور کو پھر کسی سلطان صلاح الدین ایوبی اور عدل فاروقی کی ضرورت ہے۔

س: کتنی بار حج اور عمرے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں؟

ج: ایک بار حج کی سعادت نصیب ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بیس بار عمرہ کی سعادت ملی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میدان حشر میں حضور ﷺ کی شفاعت نصیب کرے۔ آمین!

س: مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ساز جدوجہد کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

ج: علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کی یادگار تھے۔ عالم باعمل اور پختہ کردار کے مالک تھے۔ شب زندہ دار زاہد اور حق گو مجاہد تھے۔ پاکیزہ سیاست کے مالک تھے۔ ان جیسا کوئی اور سیاسی لیڈر میری نظر سے نہیں گزرا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

س: یادداشتیں قلم بند کرنے کا ارادہ ہے؟

ج: ان شاء اللہ۔ فرصت ملی تو انگلستان کے قیام کے مشاہدات ضرور قلم بند کروں گا تاکہ مسلمان قاری کو فائدہ ہو کیونکہ کافر نے آئین اسلام کو اپنا کر اپنی دنیا کو جنت بنا لیا ہے اور مسلمانوں نے کافروں کے طریق کو گلے لگا کر ذلت کا طوق پہن لیا ہے۔

س: آپ کے مدرسے کے مالی معاملات کیسے چلتے ہیں؟

ج: میرے والد قبلہ محمد حسین شوق ؒ اللہ پر توکل رکھنے والے انسان تھے۔ ان کے زمانے میں پپلاں کے پٹھان اور کاروباری لوگ گندم اور نقدی کی صورت میں مدد کرتے تھے۔ اب بھی مدرسے کے لیے مخیر حضرات مالی تعاون کرتے ہیں اور قربانی کی کھالوں سے حاصل ہونے والی رقم بھی مدرسے کے طلباء پر خرچ ہوتی ہے۔ ہم حکومت سے امداد نہیں لیتے کیونکہ ان کے آڈٹ کا نظام ٹھیک نہیں ہے۔ دین متین کی خفیہ یا ظاہری مدد کرنے والے احباب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے۔ آمین!

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

گفت وشنید

(گفتگو/انٹرویوز)

شیخ الحدیث مفتی مولانا مشتاق احمد

س: مولانا! پپلاں میں آپ کا قیام کتنا رہا؟

ج: 1955ء سے 1960ء تک۔

س: کون سے اساتذہ پڑھاتے تھے؟

ج: مولانا فیض احمد، مولانا سید احمد، مولانا مفتی محمد حسین شوقؔ، مولانا مفتی محمد نواز

س: مدرسہ کا ماحول، رہن سہن اور نظم وضبط کیسا تھا؟

ج: مولانا سید احمد اور مولانا فیض احمد مدرسے میں رہائش پذیر تھے اس لیے طلباء میں ان کی تعلیم وتربیت کا بڑا اثر تھا۔ قبلہ شوقؔ صاحب طلباء سے بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔

س: ماضی میں دینی طلباء کے لیے سہولتوں کا فقدان تھا۔ اب آرام دہ ماحول ہے۔ اس تبدیلی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: اب طلباء ان مدرسوں کی طرف جاتے ہیں، جہاں سہولتیں ہوں۔ لیکن ٹھوس علمی قابلیت کا فقدان ہے۔ دینی مدرسوں کی سہولتوں سے مطمئن تھے۔ ایک دن گوشت باقی دن دال ملتی تھی مگر شکر زبان پر رہتا تھا۔

س: آپ نے سکول اور مدرسہ کی تعلیم ایک ساتھ کیسے حاصل کی؟

ج: میٹرک اور درس نظامی کا امتحان اکٹھا دیا۔ محنت کا شوق تھا اور اساتذہ کی شفقت تھی لہذا کامیاب رہا۔

س: قرآن پاک کیسے حفظ کیا؟

ج: دورہ قرآن پاک پڑھنے کے بعد قرآن پاک حفظ کیا اور فاضل فارسی کا امتحان بھی پاس کیا۔ یہ اللہ کا خاص کرم تھا۔

س: قبلہ شوق کا انداز خطابت کیسا تھا؟

ج: بڑا عالمانہ، فاضلانہ، مشفقانہ، پرسوز اور عوام پر بڑا اچھا تاثر چھوڑنے والا تھا۔ ان کے خطاب سے پہلے مولانا محمد نواز صاحب بھی خطاب کرتے تھے۔

س: کیا تقریریں کرنے کا فن طلباء کو سکھایا جاتا ہے؟

ج: ہاں غالباً جمعرات کو سکھایا جاتا تھا۔

س: باہر سے کون سے علماء کرام تشریف لاتے تھے جن سے یہ فن طلباء کو سکھایا جاتا تھا؟

ج: مولانا سردار احمد فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فاضل تلامذہ بھی تشریف لاتے تھے۔

س: کچھ ہم جماعت طلباء کے نام ارشاد ہوں؟

ج: مولانا محمد اشرف، مولانا محمد اکبر، مولانا بشیر چھینوی، حکیم مہر محمد گولڑوی، صاحبزادہ عبدالصمد مرشد آبادی، صاحبزادہ عبداللطیف بھوروی۔

س: سکول کے پسندیدہ اساتذہ کے نام بتائیے؟

ج: عبداللہ خان بشر افغانی، ملک غلام حیدر صاحب۔

مولانا محمد اشرف چشتی گولڑوی

مولانا محمد اشرف چشتی گولڑوی کا تعلق جہانیاں (خانیوال) سے ہے اور جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں اپنے قیام اور حصول تعلیم کے سلسلے کو بہت انہماک سے یاد کرتے ہیں۔راقم کے ساتھ ہونے والی ان کی گفتگو کا احوال رقم ہے ۔ملاحظہ فرمایئے۔

س: جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں میں اپنے قیام اور یادوں کے بارے میں کچھ ارشاد کیجئے؟

ج: جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں ایک دینی درسگاہ ہے۔ہم جب زیر تعلیم تھے،تب مہتمم جناب مفتی محمد حسین شوقؔ تھے ۔اساتذہ میں مولانا فیض احمد،مولانا سید احمد اور قاضی نور احمد شامل تھے۔تینوں جید علماء فقہاء اور مثالی مدرس تھے ۔طالب علموں کے رہن سہن کے لیے عام سے دو کمرے تھے۔کپڑے دھونے کے لیے صابن ملتا تھا۔مخیر حضرات طلباء کو کپڑے بھی دیتے تھے۔کھانا بہت سادہ تھا۔ ہفتے میں دو مرتبہ گوشت اور باقی دنوں میں چنے کی دال ملتی تھی۔

س: طلباء اور اساتذہ کا عمومی رویہ کیا تھا؟

ج: طلباء بہت فرماں بردار تھے اور شوق سے پڑھنے اور لکھنے والے تھے۔اساتذہ کرام کی عزت و اکرام اور احترام اور وقار کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔اساتذہ بھی بہت مہربان تھے۔اساتذہ میں غرور اور تکبر نہیں تھا بلکہ ایک خاص نوع کی تمکنت علمی، بشاشت اور سادگی ان کی طبائع میں موجود تھے۔مدرسے میں روٹی آتی تو کوئی طالب علم تقسیم کرتا۔اگر ایک یا دو مہمان آجاتے تو وہ طالب علم باقی طالب علموں کی روٹی سے ٹکڑے کاٹ کر خود کھاتا اور باقی طلباء مہمانوں میں تقسیم کردیتا یہ طلباء کے آپس میں بھائی چارے اور ایثار کی مثال تھی۔قبلہ شوق صاحب کی طبیعت میں ظرافت اور خوش مزاجی تھی طلباء کے حجروں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔سادہ سی چٹائی پر بیٹھ جاتے اور ایک طالب علم سے طالب علموں کو مخاطب کر کے کہتے کہ "ان بزرگان دین سے کہو کہ کتابوں کے اسباق پڑھ لیں۔" پھر طلباء جمع ہوجاتے اور آپ پڑھانا شروع کردیتے۔اساتذہ اور طلباء میں تکلف نہ تھا۔کتابوں سے متعلق یا دیگر دینی و فقہی سوالات طلباء کسی بھی وقت پوچھتے

تو اساتذہ بلا تامل جواب دیتے۔

س: آپ کے ہم جماعت طلباء کون تھے؟

ج: میرے ہم سبق طلباء میں مولانا حافظ محمد اکبر، مولانا مشتاق احمد چشتی، مولانا محمد شریف رضوی، مولانا مظہر قیوم، صاحبزادہ عبداللطیف بھورشریف، مولانا محمد عمر، مولانا بشیر چھینوی اور دیگر احباب تھے جن کے نام اب یاد نہیں آرہے۔

س: آپ نے پڑھائی کی تکمیل کے لیے کہاں کہاں کا سفر کیا ہے؟

ج: مولانا فیض احمد جب گولڑہ شریف گئے تو مجھے بلوا بھیجا۔ وہاں میں پڑھتا رہا۔ مولانا فیض احمد بہت شفقت سے پڑھاتے تھے۔ اسی دوران بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت بڑھی۔ وہ بھی خصوصی لگاؤ، کرم اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ مجھے پیار سے "ملا ہمدان" کہتے تھے۔ کوٹ رادھا کشن میں میں مفتی محمد نواز سے بھی پڑھتا رہا۔ وہاں میرے ہم سبق مولانا حافظ محمد اکبر تھے۔ مفتی محمد نواز بھی جید عالم دین، فقیہہ اور قابل ترین مدرس تھے۔ وہ بہت اچھے مقرر بھی تھے۔ ان کا انداز تدریس اور انداز خطابت مثالی، منفرد اور موثر تھا۔ بعد ازاں لائل پور (فیصل آباد) میں محدث اعظم قبلہ مولانا سردار احمد صاحب اور قبلہ مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب کے شاگرد ہوئے۔

س: جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ میں قیام کے دوران کون سے علماء باہر سے تقریروں کے لیے تشریف لاتے تھے؟

ج: مولانا محمد عمر اچھروی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا عبدالستار نیازی اور پیر کرم شاہ الازہری پپلاں تشریف لاتے تھے اور ہم طلباء ان کے خطابات بڑے شوق سے سنا کرتے تھے۔

س: جامعہ محمودیہ کے ماضی اور مستقبل کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟

ج: جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں درخشندہ روایات کا حامل دینی ادارہ ہے جہاں کے مہتمم مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی شوق آور پروفیسر علامہ ریاض محمود بین الاقوامی شناخت رکھتے ہیں اور اس مدرسے کے فارغ التحصیل طلباء نہ صرف پاکستان میں بلکہ بیرون ممالک میں بھی دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی

س: آپ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں کب پڑھتے رہے؟

ج: مجھے صحیح طور پر تو سن یادنہیں لیکن جب میں داخل ہوا، اس وقت مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اور ان سے میں نے اکتساب علم کیا۔ جامع المنقول والمعقول تھے۔ آپ تحقیق اور ترجمہ پڑھاتے تھے۔ اتنے سادہ انداز میں پڑھاتے تھے کہ تمام طلباء سمجھ لیتے تھے۔ آپ کی مشہور تصنیف "تکملہ عبدالغفور" میں نے استاذیم مفتی محمد حسین شوق سے پڑھی۔

س: اس سے پہلے بھی آپ کہیں پڑھتے تھے؟

ج: اس سے پہلے میں کئی اساتذہ سے دینی علوم پڑھتا رہا۔ عبداللہ پور (فیصل آباد) میں مولانا فضل احمد سے اکتساب علم کیا۔ اسی دوران قبلہ مولانا سردار احمد صاحب کا چرچا سنا تو جمعہ پڑھنے ان کی مسجد میں آجاتا تھا۔ قاضی نور احمد یہاں پڑھتے تھے۔ ان کی معرفت میری پہلی ملاقات محدث اعظم سے ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہاں سے چھوڑ کر پپلاں چلے جائیں چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے درس نظامی کی تکمیل پپلاں میں کی۔ ہدایہ، درمختار، تکملہ عبدالغفور مفتی شوق سے پڑھیں۔ فنون قاضی مبارک، حمداللہ، صدرہ حضرت مولانا سید احمد صاحب سے پڑھتا رہا نیز مقامات ،حماسہ، متنبی وغیرہ حضرت مولانا فیض احمد چشتی سے پڑھیں۔ جامعہ محمودیہ میں درس نظامی کی تکمیل کے بعد اساتذہ کے مشورہ سے 1955-56ء میں فیصل آباد میں آکر قبلہ محدث اعظم سے پڑھتا رہا۔ تکمیل کے بعد ان کے دست حق پر بیعت ہوا۔

س: آپ نے عملی زندگی کا آغاز کیسے کیا؟

ج: دورہ حدیث سے فراغت کے بعد حضور محدث اعظم کے حکم سے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں کچھ عرصہ قیام کر کے فتاویٰ نویسی کرتا رہا اور کتب احادیث کا بالاستعجاب مطالعہ آپ کی زیر نگرانی کیا۔ پھر آپ ہی کے حکم سے بحیثیت اول

مدرس کوٹ رادھا کشن چلا گیا جہاں مجھ سے پہلے مفتی محمد نواز پڑھا رہے تھے۔قبلہ مولانا سردار احمد نے اپنے وصال 1962ء سے ایک سال قبل مجھے فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف پڑھانے کے لیے مقرر کیا۔آپ کے وصال کے بعد میں جامع انوار العلوم ملتان میں دورہ حدیث پڑھانے کے لیے آ گیا جہاں غزالی دوراں احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔اس مدرسے میں سات سال پڑھایا۔پھر وہیں ملتان میں جامع رضویہ مظہر العلوم دولت گیٹ قائم کر کے تقریباً اٹھارہ سال درس نظامی کے فرائض سرانجام دیئے۔بعد ازاں بھکر میں جامع سراجیہ رضویہ قائم کر کے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔میرے اس مدرسے میں مولانا غلام رسول اور مفتی محمد نواز جیسے جید علماء اور فقہاء پڑھاتے رہے ہیں ۔

س: آپ کے ہم سبق کون لوگ تھے؟

ج: جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں اور جامعہ رضویہ فیصل آباد میں میرے ہم سبق یا ہم مدرسہ احباب میں صاحبزادہ عبدالصمد (مرشد آباد)،مولانا حق نواز (ڈیرہ اسماعیل خان)، قاضی نور احمد (پپلاں)،مولانا منظور احمد اور مولانا محمد اکبر رضوی شامل تھے۔

س: جامعہ محمودیہ رضویہ کے نامور اساتذہ کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

ج: قبلہ مولانا حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ ایک ممتاز عالم دین،علوم دینیہ کے مثالی مدرس اور امام الخاۃ ہونے کے علاوہ منطق، ریاضی، ہیت اور فقہی معاملات میں دسترس تامہ رکھتے تھے۔آپ کے شاگرد جید علماء کرام بن کر پاکستان میں اور بیرون پاکستان دین متین کی خدمت کر چکے ہیں اور چراغ سے چراغ جلنے کا یہ سلسلہ جاری ہے۔استاذیم قبلہ مفتی محمد حسین شوق متبحر عالم باعمل،نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔آپ کا انداز تدریس نہایت دلکش، سادہ اور عام فہم تھا۔شیریں بیانی ایسی کہ جو کچھ پڑھاتے تھے،کانوں کے راستے دل میں اتر جاتا تھا۔فتاویٰ نویسی میں آپ فقہ حنفی کے فقید المثال عالم تھے۔حضرت مولانا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فیض احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ماہر مدرسین، جید محققین اور جامع المنقول والمعقول تھے۔دونوں عالم بھائی زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ جامعہ محمودیہ رضویہ کے طلباء تعلیم وتربیت اور دینی علوم میں مہارت کا زیادہ تر سہرا انہی حضرات کے سر ہے کیونکہ دونوں اساتذہ کرام طلباء کے ہمراہ مدرسہ میں قیام پذیر تھے۔مجھے ان حضرات کی خدمت اور غلامی کا موقع ملا جو سعادت سے کم نہیں۔جامعہ محمودیہ رضویہ کے مہتمم پروفیسر علامہ ریاض محمود بلاشبہ ذہین، فطین اور روشن خیال عالم دین ہیں۔بے مثل مقرر اور اعلیٰ پائے کے مدرس ہیں۔توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے اجداد کے علم وعرفان کے اس سرچشمے کو جاری رکھیں گے۔

کتاب کی صورت میں جامعہ محمودیہ رضویہ کی تاریخ کو تحقیقی انداز میں مرتب کرنے پر پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم قاسم اور اہتمام اشاعت پر پروفیسر علامہ ریاض محمود مبارکباد کے مستحق ہیں۔خدا ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔آمین!

علامہ ریاض محمود کی کتب پر تبصرے

کتاب کا نام: دین اسلامی میں دہشت گردی، جبر و تشدد کی ممانعت

مصنف: علامہ ریاض محمود

صفحات: 16

ناشر: شعبہ نشر و اشاعت سنی تحریک پپلاں ضلع میانوالی

عصر حاضر کا اہم اور سب سے بڑا مسئلہ اور چیلنج دہشت گردی کا خاتمہ کرنا، دہشت گردی کے اسباب کا جائزہ لینا ،حال اور مستقبل میں دہشت گردی کی لہر سے بچنا ہے۔اس سلسلے میں امریکہ جیسی سپر پاور نے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔خاص طور پر مغربی میڈیا کے ذریعے مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے پر زور دیا جا رہا ہے۔ایسی حالات میں پروفیسر علامہ ریاض محمود نے امت مسلمہ کو ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے کی ترغیب دی ہے۔اسلامی تعلیمات،قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمانوں کو بالخصوص اور دنیا کی مذہب قوموں کو بالعموم امن و آشتی اور بھائی چارے کا پیغام دیا ہے۔دین اسلام میں جبر و تشدد، دہشت گردی اور وحشت نہیں ہے بلکہ یہ انسانی حقوق کا علمبردار دین ہے۔علامہ موصوف نے مدلل انداز میں دہشت گرد تنظیموں کے گھناؤنے مقاصد اور منفی کاروائیوں کی مذمت کی ہے کیونکہ حقیقی اسلام ایسی خوفناک سرگرمیوں کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔وہ لکھتے ہیں کہ " حکومت وقت کو چاہئے کہ دہشت گرد اسلحہ بردار تنظیموں پر پابندی لگا دے کیونکہ دہشت گردی اور فتنہ گری قتل سے بھی بڑا جرم ہے " غرضیکہ دہشت گردی کے موضوع پر منفرد اور معلومات افزاء کتاب ہے۔

علامہ ریاض محمود صاحب
کے چند اہم کارنامے

سنی تحریک کا قیام

دارالعلوم محمودیہ رضویہ کے موجودہ مہتمم علامہ پروفیسر ریاض محمود صاحب انہوں نے تقریباً پچھلے 40 سالوں سے سنی تحریک کا آغاز کیا اس تحریک کا مقصد اپنے علاقہ میں اہل سنت کے عقائد کو فروغ دینا ہے اور باطل نظریات کی تردید کرنا ہے۔ان کی اس کوشش نے یہ اثر دکھایا کہ علاقہ میں 80 فیصد آبادی اہل سنت والجماعت کی ہے اور انہوں نے اس پر بے حساب محنت کی انہوں نے مختلف قسم کے عقائد کے اوپر تقاریر کیں۔

لوگوں کی اصلاح کے لیے انہوں نے ہر چھوٹی سے چھوٹی محفل کی دعوت کو قبول کیا اور علاقے کے چپہ چپہ پر انہوں نے جا کے خطابات کی ہے اور لوگوں کے اندر حقیقی نظریات کو پروان چڑھایا۔اس میں شامل ان کے جو معاونین ہیں انہوں نے بھی اس تحریک پر اپنا تن من دھن لگا دیا اور اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی آج بھی بڑے زبردست انداز میں یہ تحریک کام کر رہی ہے۔جب بھی کوئی باطل قوت یا نظریہ اپنا سر اٹھاتا ہے تو یہ لوگ اس کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں اور حقیقی عقائد کا بڑے زبردست انداز میں جواب دیتے ہیں اور علاقہ کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھتے ہیں۔تو یقینا اس دارالعلوم کا کا علاقہ کے لیے یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے علاقہ میں امن وامان کی فضا کو قائم رکھا باطل نظریات کو دبا کے رکھا اور بڑے پیار ومحبت سے علاقے میں خوشحالی لائے۔

سالانہ جلسہ دستار فضیلت

دارالعلوم محمود یہ رضویہ جس سے ہر سال حفاظ کرام اور علمائے کرام سند فراغت حاصل کرتے ہیں تو ان کے اہتمام میں ایک زبردست جلسہ دستار فضیلت رکھا جاتا ہے جو کہ خالصتاً ان کے اعزاز کے لیے ہوتا ہے جس میں ایک خوبصورت منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ سفید لباس میں ملبوس طلبائے کرام سروں پہ سفید دستار سجائے ہوئے ہوتے ہیں جو کہ ایک طرف تو ادارہ کے ایک بہترین نظم وضبط کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا ادارہ کے نتائج اور ان کی سالانہ کارکردگی کی طرف اشارہ ہے۔

سال بھر کی محنت شاقہ کے بعد جو طلباء حفظ و درس نظامی کے اندر اپنے آخری سال کو مکمل کرتے ہیں تو ان کے اعزاز میں اس جلسہ کا انعقاد ہوتا ہے جس میں علاقہ بھر کے علمائے کرام آئمہ حضرات اور دوسری اہم شخصیات کو دعوت دی جاتی ہے ۔اس کے علاوہ علاقہ کے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ اس پروگرام میں شرکت کرتے ہیں اور ان طلباء کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ہر سال یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جس میں تعداد مختلف ہوتی ہے۔ یقیناً ایسے پروگرام تب ہی ہوتے ہیں جب ادارہ یا دارالعلوم نتائج دے رہا ہوتا ہے تو اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ ادارہ ہمہ تن دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔

ہفتہ وار درس قرآن پاک

دارالعلوم محمودیہ رضویہ کے پرنسپل صاحبزادہ نیاز محمود صاحب جو کہ علامہ ریاض محمود صاحب آپ کے صاحبزادے اور مفتی محمد حسین شوق کے پوتے ہیں اس وقت وہ ادارہ کے پرنسپل ہیں اور ادارہ کے انتظام کو بڑے احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ان کا اہل علاقے کے لیے ایک زبردست کارنامہ اور ایک بہترین علمی خدمت وہ ہفتہ وار درس قرآن پاک ہے انہوں نے 2024ء میں ہی اس چیز کا اہتمام کیا کہ ہر جمعرات بعد از نماز مغرب علاقہ کی کسی ایک مسجد میں درس قرآن پاک کا اہتمام ہوتا ہے جس میں دارالعلوم کے علماء کرام جو اس وقت مسند تدریس پر فائز ہے ان میں سے کوئی ایک سکالر وہاں جا کر قرآن پاک کا بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیغام لوگوں تک پہنچ جاتا ہے۔اس 40 سے 50 منٹ کے خطاب کے اندر ایک زبردست علمی اور دلائل سے بھرپور گفتگو لوگوں کے سامنے پیش ہوتی ہے جس میں یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ لوگوں تک ہر ہفتہ میں قرآن پاک کا پیغام پہنچتا رہتا ہے اور یہ دارالعلوم صرف ادارہ کی چار دیواری تک نہیں بلکہ ادارہ سے باہر علاقہ کے اندر بھی لوگوں تک قرآن وسنت کے پیغام کو عام کر رہا ہے اور صاحبزادہ صاحب کی یہ کوشش ہے کہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے اور اس کا جو فائدہ ہے۔علمی اور روحانی دونوں طرح سے لوگوں کو پہنچتا رہے۔

سالانہ جلوس عید میلاد النبی ﷺ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ آپ کی محبت سے ہی انسان کی دنیا و آخرت منور ہوتی ہے تو اگر محبت رسول ﷺ کی بات کی جائے تو ہمارے علاقہ پپلاں کے اندر پچھلی کئی دہائیوں سے 12 ربیع الاول کے موقع پر ایک عظیم الشان جلوس جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔آقا کریم ﷺ سے اپنی بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

اور اس سارے جلوس کا اہتمام اس کے تمام معاملات وہ پپلاں کی معروف شخصیت علامہ ریاض محمود صاحب دیکھتے ہیں جو کہ دار العلوم جامعہ محمودیہ کے اس وقت کے مہتمم ہیں۔ان کی قیادت میں یہ جلوس بڑے زور و شور سے نکلتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ علاقہ کے اندر جتنے بھی باطل نظریات ہیں وہ دبے رہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ سے محبت کا اظہار بڑھتا چلا جاتا ہے تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ پپلاں کے علاقہ کے اندر دار العلوم محمودیہ رضویہ نے جہاں پر علم تقسیم کیا وہاں پر نبی کریم ﷺ آپ کی محبت کو بھی فروغ دیا۔

اس میں ملک پاکستان سے عظیم سکالرز اور مفتیان عظام اپنے پیغام سے لوگوں کو محظوظ کرتے ہیں اور لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور اس سارے اہتمام کا جو بیڑا ہے وہ مہتمم دار العلوم محمودیہ رضویہ علامہ پروفیسر ریاض محمود کے سر ہے۔

شہدائے کرب وبلا کانفرنس

دارالعلوم کے مہتمم علامہ پروفیسر ریاض محمود صاحب ان کی ایک علمی خدمت شہدائے کرب وبلا کانفرنس ہے جو کہ ہر سال 10 محرم الحرام کو دارالعلوم کے اندر انعقاد پذیر ہوتی ہے جس میں علمائے کرام اور مفتیان عظام ایک بہترین اور زبردست گفتگو لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مقصد کیا تھا اس مقصد کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

اس پروگرام کے اندر علاقہ سے ہزاروں لوگ شرکت کرتے ہیں اور ایک بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے جس میں کربلا کا حقیقی پیغام لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے من گھڑت باتوں سے اعراض کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حقیقی جو دین اسلام کے لیے پیغام تھا وہ لوگوں کے ذہنوں میں پیوست کیا جاتا ہے اس سے لوگوں تک ایک تو حقیقی پیغام پہنچتا ہے دوسرا محبت اہل بیت سے بھی لوگوں کے سینے منور ہوتے ہیں تو یقینا اس طرح کی محافل اور پروگرام جو تسلسل کے ساتھ جاری رہتے ہیں ان کا گہرا اثر لوگوں میں دیکھنے کو ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں پر انہوں نے صحابہ کرام سے بے پناہ محبت گھول گھول کر لوگوں کے سینوں میں شامل کی وہیں پر انہوں نے محبت اہل بیت سے بھی لوگوں کے دلوں کو سرشار کیا تو یقینا ان لوگوں نے علاقے کے لیے ہر اعتبار سے خدمت کی اور علاقے کے اندر دین کے پیغام کو عام کیا اور لوگوں کو دین کا شعور دیا۔

باب سوم

دارالعلوم سے متصل اہم شخصیات

فصل اول
محترم تصدق حسین المعروف نذیر عالم
برادر مفتی محمد حسین شوق
(ناصر ملک چوک اعظم)

تصدق حسین المعروف نذیر عالم 1914ء میں مولانا حافظ غلام محمود پپلانوی کے گھر پیدا ہوئے جو وانڈہ محمد امیر خان پپلاں ضلع میانوالی میں واقع تھا۔ایک معروف دینی شخصیت تھے۔ان کے دادا کا نام نورنگ اور پردادا کا نام محمد باقر تھا ۔ان کے بھائی مفتی محمد حسین شوق بھی ایک معروف عالم دین، مفتی اعظم، عالم، شاعر اور دانشور تھے۔خاندان محمودیہ کا دین علم اور خدمات برصغیر پاک وہند میں مشہور تھیں چونکہ آپ کی ولادت ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو شریعت اور طریقت کے پابند تھے۔اس لیے آپ کو دینی علوم کا فطری طور پر حاصل ہونا اور یہ علوم آپ کے زندگی کا حصہ بننا ایک قدرتی امر تھا۔آپ نے اپنے والد حضرت علامہ غلام محمود سے دینی تعلیم حاصل کی۔آپ نے ایف اے تک باقاعدگی سے تعلیم حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔آپ کی طبیعت میں ایک خاص جوش وجرات تھی جس کی وجہ سے آپ نے فوج میں 1940ء میں ملازمت اختیار کی یہ فیصلہ آپ کی زندگی کا اہم موڑ ثابت ہوا۔یہ ملازمت یقیناً ان کے خاندانی روایت اور مزاج کا حصہ نہیں تھیں مگر اس بارے میں ان کے شوق اور جذبے کو دیکھتے ہوئے گھر میں کسی نے کوئی اعتراض بھی نہ کیا۔

تصدق حسین کی فوج میں پہلی تعنیاتی وزیرستان کے علاقے رزمک میں ہوئی جہاں وہ سنگلاخ پہاڑی علاقے میں سخت اور محنت طلب ملازمت طلب کرر ہے تھے۔یہاں ان کا سامنا ایک انگریز کرنل کام سے ہوا جو انگریزی ادب سے گہرا شغف رکھتے تھے۔تصدق حسین نے مختصر وقت میں کرنل کی ادبی دلچسپی اور مزاج کو سمجھ لیا تھا اور یہی صورتحال کرنل کام

کے ساتھ بھی تھی۔ کرنل کام نے تصدق حسین کے سلیقے اور ذوق کو پسند کیا اور دنوں کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم ہوا۔ کرنل کام کے پاس انگریزی ادب کی کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا جس کی بدولت تصدق حسین کو انگریزی ادب کے مطالعہ کا موقع ملا۔ کچھ وقت کے بعد تصدق حسین نے نہ صرف انگریزی پڑھنے میں مہارت حاصل کی بلکہ زبان کے اتار، چڑھاؤ کو بھی سمجھنا شروع کر دیا۔ کرنل کام خوش تھے کہ انہیں اس دورافتادہ پہاڑی علاقوں میں ایک کتابوں کے شوقین ساتھی مل گیا تھا اور دونوں کتابوں پر باہمی تبادلہ خیال کرتے تھے۔

تاہم یہ ملازمت زیادہ دیر تک نہ چل سکی اور تصدق حسین اپنی آبائی سرزمین واپس آ گئے یہاں انہوں نے تعمیرات کے شعبے میں قدم رکھا اور اپنے دیانتداری اور محنت سے کچھ ہی عرصہ میں کامیابی حاصل کی وہ جدید تعمیرات کے شوقین تھے جس کی مثال ایک چرچ کی تکمیل ہے جو انہوں نے اپنے گاؤں کے قریب بنایا۔ اس دوران تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ٹی ڈی اے) نے تھل کے بے آباد علاقے کو زرعی طور پر قابل استعمال بنانے کے لیے ایک منصوبے پر کام شروع کیا جس میں تھل کینال کی تعمیر ایک اہم قدم تھا۔

تصدق حسین کی زمین فتح پور میں تھی جو تھل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (ٹی ڈی اے) کے منصوبے میں شامل ہوگئی۔ 1953ء میں وہ واپس آ گئے اور اپنی زمین کو آباد کرنے لگے۔ مگر ٹی ڈی اے کی پالیسی پر اعتراض کرتے ہوئے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی۔ انہوں نے خود کیس لڑا کیونکہ آپ کو انگریزی ادب میں مہارت حاصل تھی اس وجہ سے آپ کو وکیل کی ضرورت نہ پڑی۔ بعدازاں بہت سے زمیندار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ کیس کئی سال تک چلتا رہا اور آپ پیشی پر جاتے رہے۔ بعد میں فیصلہ ٹی ڈی اے کے حق میں آیا جس کی وجہ سے آپ مایوس ہوئے۔ اپنی باقی زندگی آپ کو اس بات کا افسوس رہا کہ آپ حق پر ہو کر بھی ہار گئے۔ اس دوران انہوں نے عوامی آگاہی اور ٹی ڈی اے کے مظالم کے خلاف کتابچے شائع کیے۔ آپ نے "تعمیر یا تخریب" اور "الداعی الی الخیر" لکھ کر چھپوائے اور علاقہ تھل میں وسیع پیمانے پر تقسیم کیے۔ بعد میں ان کی کوششوں سے کیس دوبارہ چلایا گیا اور ٹی ڈی اے ہار گیا جس کے نتیجے میں لوگوں کو زمین واپس مل گئی۔

تصدق حسین لاہور میں انارکلی کے زمیندار ہوٹل میں قیام پذیر تھے ایک دن انہوں نے لعل بھٹی کو بازار سے تالا خریدنے بھیجا جو کہ ۔۔۔۔تھا تھوڑی دیر بعد لعل بھٹی نے بتایا کہ دوکاندار سے جھگڑا ہو گیا تھا اور وہ اسے نکال دیا تھا ۔حکیم صاحب جو بہت شفیق اور مہربان انسان تھے فوراً لعل بھٹی کے ساتھ دوکاندار کے پاس گئے تھے وہاں پتا چلا کہ دوکاندار بھی ۔۔۔۔تھا اور لعل بھٹی کی ہکلاہٹ کو اپنی نقل سمجھ کر جھگڑا کیا تھا۔ حکیم صاحب نے بات کو سمجھا اور معاملہ سلجھا کر کرتالا خرید لیا۔

تصدق حسین ایک نفیس شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے اسلامی تعلیمات سے گہری وابستگی رکھی ۔اردو شاعری میں دلچسپی کے باعث انہوں نے " تصدق " تخلص رکھا۔بعد میں انہوں نے سرائیکی شاعری بھی تخلیق کی وہ ایک خوش الحان نعت خواں بھی تھے اور کئی مشہور نعتیں ازبر تھیں۔تصدق حسین خواجہ نظام ادین سلیمانی محبت میں مبتلا تھے اوران کی محافل میں شرکت کرکے نعت خوانی کا شوق پورا کرتے تھے۔

حکیم تصدق حسین ایک بصیرت والے شخص تھے جنہیں عالمی معاملات پر گہری نظر تھی ۔ 1971 ء کے سانحہ وسقوط ڈھاکہ نے انہیں شدید متاثر کیا۔انہوں نے ایاز صدیقی کے شعر

کل بھی وہ ناکام تھا آج بھی ناکام ہے
یعنی بھارت ایک شکست مستقل کا نام ہے

کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی کتاب " شکست مستقل " کا آغاز کیا جس میں انہوں نے بھارت کی مسلسل شکست کا ذکر کیا تھا وہ ایک باعمل اورمحنتی انسان تھے جو انسانوں سے محبت رکھتے تھے اور ہر کام کو ایمانداری سے کرتے تھے۔لاہور ہائی کورٹ میں ٹی ڈی اے کے خلاف کیس کی تیاری اور اخلاص کے باوجود وہ کسی ہار گئے۔اس ناکامی نے انہیں گہرے صدمے میں مبتلا کیا، جوان کی خوش مزاجی پر اثر انداز ہوا10 فرورہ 1974ء کو وہ وفات پا گئے اور لاکھوں آنکھوں نے انہیں الوداع کیا۔

حکیم تصدق حسین تصدقؔ کا حسن کلام

حکیم تصدق حسین تصدقؔ اعلیٰ پائے کے اردو وسرائیکی شاعر تھے۔انہوں نے خواجہ نظام الدین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ملال پر "نگاہ عشق" کے عنوان سے ایک منقبت تحریر کی۔ملاحظہ ہو:

کیوں بانگ سحر کو دیر ہوئی اے چاند ستارو دیکھو تو
کیوں آج تہجد روتی ہے اے شب بیدارو دیکھو تو
کیوں شعر و نغمہ بے سدھ ہیں اے نغمہ نگارو دیکھو تو
اور موسیقی کیا کھو بیٹھی ہے موسیقارو دیکھو تو
اب وقت بچھڑنے کا آیا تو دل گھبرایا جاتا ہے
ہم کیسے اس کو تسلی دیں جنت کے نظارو دیکھو تو
کیسی یہ بربادی آئی اور کیسے سب کچھ راکھ ہوا
ہائے اپنا نصیبہ کیا پھوٹا یہ آکر یارو دیکھو تو
تاریکی ہی تاریکی ہے اب خیر ہو شمع فروزاں کی
اے آس کی لو سے کھیلنے والے جان نثارو دیکھو تو
مے خانوں پر کیا گزری اور پیمانوں پر کیا بیتی ہے
کیا کہتی ہے چشم ساقی ، اے بادہ گسارو دیکھو تو
کس نے اس بزم کی رونق کو لوٹا کیوں چہرے مرجھائے ؟
اپنے دل کی اجڑی دنیا اے جان فگارو دیکھو تو
رنگ و بو کی ساری دنیا ہائے یہیں کہیں تھی بسی ہوئی

اب پھول کہاں ہیں مالی کہاں ہیں اجڑی بہارو دیکھو تو
شاید کہ ان تک جاپہنچیں ہم ان سے ابھی تو بچھڑے ہیں
یہیں کہیں تھے قافلے والے راہ گزارو دیکھو تو
یہ رونا ہو موقوف تصدقؔ وہ تو ہر دم زندہ ہیں
وہ بیٹھے ہیں ، یہ بیٹھے ہیں ، اے ماتم دارو دیکھو تو

وہ صاحب طرز غزل گوشاعر بھی تھے۔ان کی مفہوم وکیف سے بھر پور چند غزلیں پیش مطالعہ ہیں جوان کی فنی مہارت اور اعلیٰ ذوق کی خبر دیتی ہیں

غزل

کلیاں چٹک رہی ہیں یہ کون مسکرایا
تم دیکھنا تو یارو کس نے مجھے بلایا
اتنی طویل راہیں اور ان کی بے نیازی
یہ کیسے مان لوں کہ پیغام کوئی لایا
دل اور جگر کے گھاؤ کیسے دکھاؤں ان کو
چوٹیں کہاں کہاں ہیں کس کس کا غم نہ کھایا
قدموں پہ زندگی اور فطرت نثار کر دی
اک آرزو میں میں نے کیا کیا نہیں لٹایا
ڈھلتی ہوئی میں چھاؤں چڑھتا ہوا وہ سورج
یہ ان کا معجزہ ہی شعر و شباب لایا
پلکیں تھیں مضطرب سی خانہ خراب نے جب
آنکھوں میں آنسو بھر کے احوال دل سنایا
وہ نور کا مرقع ہاتھوں سے کھو نہ بیٹھو ں
اب چھوڑ دیں نہ رہ میں ہی ہم سفر خدایا
معبود اور مالک ! القصہ ہے سبھی کچھ

جس نے ترا تصدقؔ اجڑا چمن بسایا

غزل

اتنی حسیں اتنی جواں رات کیا کریں
یہ رات اور یہ نور کی برسات کیا کریں
کہتے ہیں وہ عدو سے کہ سننا تو اس کی بات
کوئی بتائے ایسے میں ہم بات کیاکریں
وہ عطر میں بسی ہوئی سانسوں میں التفات
دل پر اتر رہی ہیں وہ آیات کیاکریں
یہ زندگی کہیں بھی ہو ، ہوگی تو زندگی
جنت کی دلفریب حکایات کیا کریں
ہیں جبر و اختیار کی پہنائیوں میں گم
تم ہی کہو تلافی ، آفات کیا کریں
زلفوں کے پیچ و خم میں الجھنے بھی دے ہمیں
پھر جھوم جھوم اٹھے ہیں جذبات کیا کریں
غیض وغضب ، وفور حیاء خود سپردگی
ہیں بے شمار ابھی تو مقامات کیاکریں
جتنی ابھر رہی ہیں تصدقؔ کی شو خیاں
اتنے ہی بڑھ رہے ہیں حجابات کیاکریں

قطعہ

شب تاریک میں تاروں کو بلا لیتاہوں
اپنی روداد الم ان کو سنا لیتاہوں
دور کچھ جاکے مجھے دل سے بھلا دیتاہے
میں ہر اک دوست سے کیا اس کے سوا لیتاہوں

سرائیکی کلام

سر اندی پواندی ڈکھ درد غمے
ایہہ ڈکھاں بھری رات شاید نہ دھمے
ڈس کے کمائم ، کیوں نینہ لائم
نیندراں و نجائم ، کیوں نینہ لائم

سنگی نہ ساتھی نہ بہن بھائی
سکوت زمانے دی سب کوڑ ہائی
ویلے اولڑے پھیرا جو پایا
سانول سلونے دی جھاتی نہ پائی

غماں دی اے سیاہ رات شاید نہ دھمے

نیندراں ونجائم ، کیوں نینہ لائم
ہاسے تے نیناں دے مٹھڑے اشارے
راہ ویندڑی نوں راہ توں ولائم
غصے تے اوکھے بولن تساڈے
مہراں سمجھ کے چا جھولی پائم
مہراں سمجھ کے چا جھولی پائم
نیندراں ونجائم ، کیوں نینہ لائم

جگ وچ سیاناں دے دلدار ہا سے
داناں حکیماں دے سردار ہاسے
ولیاں فقیراں دی مجلس دا گاہنا
تے فریادیاں دی سرکار ہاسے
ہن بدنصیبی نوں گل نال لائم
بختاں دی بازی جتی ہرائم
نیندراں ونجائم ، کیوں نینہ لائم

توں مانے جوانی تینوں رب ودھاوے
توں خوش رہویں رب تیڈیاں جھوکاں وساوے
توں میتھوں وی تنگ ہیں میں وی بیوس ہاں
خداتوں ـــمنگ مینوں موت آوے
قبر دا اُھارا تے جندڑی اکلھی
تیڈے سنگ رل کے ایہو کجھ کمائم
غماں دی سیاہ رات شاید نہ ڈھلے
نیندراں ونجائم ، کیوں نینہ لائم

فصل ثانی

جامعہ دار العلوم محمودیہ رضویہ

اور سلسلہءتدریس

(مولانا حافظ اللہ بخش)

بندہ نے میٹرک کا امتحان 1996ء میں گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 پپلاں سے پاس کیا جہاں حافظ مقبول احمد صاحب بطور عربی ٹیچر تعنیات تھے۔ وہ ایک جید عالم دین بھی تھے۔ استاد کی قربت میں رہ کر مجھے بھی علم دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس شوق کی تکمیل کے لیے میں ن ے ابتدائی کتابیں حضرت مولانا سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کا آغاز کیا جو ایک جید عالم دین تھے۔ وہ ممتاز فقیہہ، محدث جامع المنقول اور مثالی مدرس بھی تھے۔ ان کا انداز تدریس عام فہم اور دل نشیں تھا۔ درس نظامی کی کتب پڑھانے میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ وہ عام زبان میں پڑھاتے تھے اوران کا لہجہ نرم اور دلکش ہوتا تھا۔ میں نے ان سے مکمل گلستان پڑھی۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں ان کے آخری شاگردوں میں سے ایک ہوں کیونکہ بعد میں خرابیءصحت کے باعث ان کے لیے پڑھانا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے مجبوراً تدریس کو چھوڑ اوگرنہ آخری دم تک پڑھاتے۔

اس کے ساتھ ہی میں نے استاد مولانا حافظ مقبول احمد صاحب سے بھی پڑھنا شروع کر دیا تھا اوران سے تقریباً تین سال تک پڑھتا رہا۔ فارس کی کتابیں صرف نحو، فقہ، مابدمنہ اور نور الایضاح میں استاد صاحب سے پڑھی تھیں۔ اس دوران استاذی مولانا حافظ محمد اکبر رضوی جامعہ محمودیہ پپلاں میں بطور مدرس مقرر ہوئے اس سے پہلے آپ "خیر المعاد "ملتان میں پڑھایا کرتے تھے۔

میں نے استاد صاحب سے درس نظامی کی کتب پڑھیں۔ کورس مکمل کیا استاد صاحب ایک محنتی اور پرانی روایات سے

جڑی ہوئی شخصیت ہیں جن کی وجہ سے مدرسہ کی رونق دوبالا ہوگئی۔آپ پرانی وضع قطع کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہوئے ۔درس نظامی کی آسان ترین کتب تو ہر کوئی پڑھا سکتا ہے لیکن مشکل کتابوں کی طرف دھیان دینا یا توجہ سے پڑھانا آسان کام نہیں ہے لیکن اللہ رب العزت نے استاد مولانا محمد اکبر رضوی صاحب کو یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ وہ درس نظامی کی ادق کتب کی تدریس میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔آپ طلباء کی ذہنی صلاحیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مشکل الفاظ اور عبارت کی تشریح و توضیح عام فہم اور دل نشیں انداز میں کرتے ہیں ۔درس نظامی کی کتابوں میں قدوری شریف ،کنزالاقائق ، ہدایہ شریف ،علم نحو میں قافیہ اور شرح جامی ،علم منطق میں سلم العلوم ادب میں تفحۃ العرب اور دیوان حماصہ وغیرہ۔

میں ہدیہ سعیدیہ اور اصول اشاشی ،نورالانوار اور مسامی اور مختصر المعانی وغیرہ کئی سال سے مسلسل استاد جناب مولانا حافظ محمد اکبر رضوی سے پڑھتا رہا جو اسی سال مکمل ہوگئی ہیں۔ایک جید عالم دین اور معلم کے طور پر ان کی عالمانہ اور فاضلانہ حیثیت دیگر طلباء کے ساتھ ساتھ بالخصوص مجھ پر منکشف ہوئی ہے۔جناب مولانا حافظ محمد اکبر رضوی صاحب رہن سہن ،لباس اور طرز زندگی میں انتہائی سادہ اور پرخلوص ہیں۔طلباء کے ساتھ ان کا رویہ مشفقانہ ہے اور مزاج میں مستقل مزاجی ہے۔آپ بہت کم چھٹیاں کرتے ہیں۔موسم کیسا ہی کیوں نہ ہو، وقت پر پہنچنا اور پڑھنا ان کا معمول ہے۔ان کی شبانہ روز محنت سے میں آج اس قابل ہوں کہ دورہ حدیث پڑھنے کا معمول ہے۔حدیث پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔یہ سب کچھ استاد محترم کی محنت شاقہ ،شفقت اور دعاؤں کا ثمر ہے ۔جامعہ محمودیہ رضویہ میں دیگر طلباء بھی درس نظامی کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

استاذی جناب علامہ ریاض محمود صاحب جو اس درس گاہ کے مہتمم بھی ہیں نے جدید علوم سے بھی طلباء کو روشناس کرانے کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

ان کے بہترین انتظام و انصرام کی وجہ سے طلبا کی تعداد میں بہت اضافہ ہورہا ہے۔آپ نے بچیوں کی تعلیم کے لیے " جامعہ للبنات " کا سنگ بنیاد بھی رکھا جو اس علاقے کے لیے بہتر اور مفید ثابت ہوگا۔اس کی ضرورت کافی دیر سے محسوس کی جارہی تھی۔

استاذی جناب ریاض محمود صاحب بہترین مدرس اور اچھے خطیب ہیں ۔ان کا انداز تدریس بڑا دلنشین اور عام فہم ہے ۔آج کل میں سنن ابی داؤد کے اسباق کے بعد ان سے نسائی شریف کا سبق پڑھ رہا ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینی مدرسہ کو ہمیشہ قائم رکھے اور اساتذہ کرام کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔آمین !

☆ شیخ الحدیث مولانا مشتاق احمد

آپ کا تعلق ضلع بھکر سے ہے۔مڈل کے بعد پپلاں دینی تعلیم کے لیے آئے۔1955ء سے 1960ء تک درس نظامی کی تدریس کے ساتھ میٹرک کا امتحان بھی پاس کیا اور قرآن پاک حفظ کیا۔فیصل آباد میں دورہ حدیث پڑھا۔بہاولپور یونیورسٹی سے ایم اے اور تخصیص حدیث کا کورس مکمل کیا۔

وہ 35 سال جامعہ انوار العلوم ملتان میں پڑھاتے رہے۔حال ہی میں گولڑہ شریف (اسلام آباد) میں مفتی اور محدث کے طور پر کام کر رہے ہیں آپ کی تصنیفات وتالیفات درج ذیل ہیں۔

مقام سنت	1978ء
علم تفسیر وتاریخ تفسیر	1987ء
صحیح مسلک	2004ء
اردو ترجمہ منجملہ منظوم کلام قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ	2004ء

☆ استاذ القراء قاری عبدالستار

آپ 1968ء میں محمد علی کے گھر جھوک عمرے والی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں میں حاصل کی اور قرآن مجید حفظ کیا کچھ سال جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں زیر تعلیم رہے۔قاری محمد یوسف سیالوی صاحب اور مابعد استاذ القراء قاری خوشی محمد الازہری سے تجوید وقرات مکمل کی۔اس کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔آپ الحاج میاں محمد سلطان آستانہ عالیہ تحصیل کلورکوٹ ضلع بھکر کے دست حق پرست پر بیعت ہوتے ہیں۔

دارالعلوم چشتیہ رضویہ پہاڑ پور میں تین تجوید وقرات اور حفظ کی کلاسیں پڑھائی۔اس کے بعد ایک سال چاندنی چوک

قصبہ میں واقعہ جامعہ عربیہ دارالعلوم تجوید وقرات اور حفظ کی کلاس پڑھائی۔
2001ء میں جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں تشریف لے آئے جہاں تاحال تجوید وقرات اور حفظ قرآن کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

☆استاد محمد خان درانی

محمد خان درانی 5 مئی 1980ء کو جال جنوبی پپلاں میں پیدا ہوئے۔میٹرک ہائی سکول پپلاں سے 1996ء میں کی۔
درس نظامی کے اسباق مولانا سید احمد، علامہ مولانا مقبول احمد مکھڈوی اور مولانا محمد اکبر رضوی سے پڑھے۔دورہ حدیث شریف شیخ الحدیث محمد سعید قمر سے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں 2006ء میں مکمل کیا۔
ایف اے اور بی اے امتحانات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے پاس کیے۔یونیورسٹی آف سرگودھا سے ایم اے (اسلامیات) کیا۔اور یونیورسٹی آف لاہور سے "الصحیح المسلم کی عددی روایات کا توضیحی وتجزیاتی مطالعہ" کے عنوان سے مقالہ تحریر کر کے ایم فل کی ڈگری حاصل کی جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں سے روشن ہونے والی شمع ایسی فروزاں ہوئی کہ اس روشنی دنیا بھر میں پھیلتی چلی گئی۔فی زمانہ جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

☆مولانا محمد صدیق کمالوی

آپ 13 ستمبر 1984ء کو پپلاں کے مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔پرائمری تک اپنے گاؤں واونہ والا شمالی نصیر والا میں حاصل کی۔مڈل تک تعلیم چک نمبر 4-3 ایم ایل کے سکول میں حاصل کی۔پھر جامعہ غوثیہ رضویہ روڈی (اسلام پورہ) میں مولانا سرور چشتی سے اکتساب فیض کیا۔
درس نظامی کا باقی کورس جامعہ۔۔۔۔۔فیصل آباد میں مکمل کیا۔مایہ ناز مدرس حضرت مولانا مفتی حسین علی صاحب اور علامہ نذیر احمد خان سے فارسی اور صرف کی کتب پڑھی۔جامعہ قاری رضویہ فیصل آباد میں ایک سال درس نظامی کی کتب پڑھیں یہاں انہوں نے مولانا محمد امیر، مفتی صالح محمد اور مفتی ظفر اللہ شرقپوری سے اکتساب فیض کیا۔اس کے بعد اپنے علاقے کی معروف درس گاہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں درس نظامی کی کتب جامعہ المنقول والمعقول صوفی باصفا

مولانا محمد اکبر رضوی، مولانا محمد خان اور علامہ پروفیسر ریاض محمود سے پڑھیں۔دورہ حدیث جامع رضوی مظہر اسلام فیصل آباد میں علامہ محمد سعید قمر سیالوی سے پڑھا۔ بعدازاں دورہ تفسیر جامعہ اویسیہ بہاولپور میں مفتی اعظم فیض احمد اویسی سے پڑھا۔

کچھ عرصہ جامع قادریہ ہرنولی میں پڑھانے کے بعد دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں میں 2012ء میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

☆حضرت علامہ مولانا مفتی محمد نواز

آپ کی پیدائش موضع جال (پپلاں) میں 11 مئی 1928ء کو ہوئی۔آپ کے والد حافظ گل محمد نیک، دیندار، سادہ اور درویش انسان تھے۔انہوں نے دینی تعلیم دلوانے کے لیے اولاد پر خاص توجہ دی۔مفتی محمد نواز نے ابتدائی دینی تعلیم پپلاں میں جامعہ محمودیہ رضویہ سے حاصل کی جہاں پر شیخ الحدیث اور مفسر قرآن مولانا غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔آپ نے مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کتابیں پڑھیں۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے کوٹ رادھا کشن قائد آباد، پپلاں، ڈیرہ اسماعیل خان، بھکر اور سرگودھا کے دینی مدارس میں پڑھایا۔آپ اعلیٰ پائے کے شیریں بیاں مقرر تھے اور مثالی مدرس کے اوصاف بھی رکھتے تھے۔مولانا کے ہم عصر مقررین میں مولانا احمد عمر اچھروی، مولانا عنایت اللہ آف سانگلہ ہل، مولانا محمد اشرف سیالوی، مولانا حافظ احسان الحق اور مولانا محمد شریف بھکر شامل ہیں۔جنرل ضیاء الحق کے دور میں آپ اسلامی نظریاتی کونسل میں مشیر مقرر ہوئے۔

مفتی محمد نواز فقہ حنفیہ پر دسترس رکھتے تھے۔سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ جاری کیے جو انتہائی مدلل اور معتبر ہوئے ہیں۔مفتی صاحب کو تیتر، مرغابی، بٹیر اور مچھلی کے شکار کا بھی بہت شوق تھا۔ایک اپنے استاد گرامی مولانا محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ترگڑ انوالہ میں مرغابی کا شکار کیا اور تیرہ مرغابیاں ان کے سپرد کیں اور خوشی خوشی اس شکار کی مہم سے واپس آئے۔1988ء میں آپ کے جواں سال بیٹے ملک محمد متین رضا کو قتل کر دیا گیا۔-------------

اور فتاویٰ نویسی کا کام کرتے رہے۔

☆علامہ مولانا سلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلمطان اعظم قادری نے چھپڑ شریف (وادی سون) کے یک دیندار گھرانے میں جنم لیا۔آپ کے والدین کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی ۔آپ کی والدہ جو انتہائی نیک خاتون تھیں اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں مرید تھیں ۔اپنے پیرومرشد نے روزے رکھنے کا حکم دیا۔اطاعت پیر میں آپ نے مسلسل بارہ سال روزے رکھے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر کرم کیا اور سلطان اعظم جیسا یکتا علم وفاضل فرزند عطا کیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم موضع میں حاصل کی ۔اس کے بعد آپ پپلاں میں علامہ مولانا غلام محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانچ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر علم کے موتی چنے ۔تین سال ضلع گجرات میں مولوی غلام رسول کے پاس رہ کر تحصیل علم کیا۔دورہ حدیث دیوبند میں مولوی محمد انور کشمیری سے پڑھا اور پھر وطن واپس لوٹے۔

آپ کا خاندان حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا اور ان کے سلسلہ نسبت قائم کی جاتی تھی ۔آپ نے بھی حضرت سلطان نور احمد رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے کی بیعت کی ۔آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر ماہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار انور پر حاضری دیتے اور سفر میں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھتے ۔کئی مرتبہ عالم بیداری میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ علوم دینیہ کی تدریس کے سلسلہ میں بالا شریف ،بندیال شریف ،وانڈہ فتح خان پپلاں اور موسیٰ والی میں مقیم رہے۔

آپ بیک وقت اعلیٰ پائے کے فقیہہ ،محدث ،مفسر قرآن اور جید عالم دین تھے ۔فلسفہ منطق ،صرف اور نحو جمیع علوم دینیہ پر مکمل دسترس تھی ۔آپ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے ۔ہمیشہ کھڈی کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور بہت پارسا اور متقی تھے۔

آپ سے شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی سمیت ان گنت علماء نے علم دین حاصل کیا اور اپنے استاد گرامی کا نام روشن کیا۔

☆مولانا حافظ محمد اکبر رضوی

آپ حافظ محمد یار کے بیٹے ہیں۔1938ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے والد سے حفظ قرآن کیا۔قادری غلام رسول آف جال شمالی کے زیر سایہ پڑھتے رہے۔درس نظامی کی ابتدائی کتب جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں میں مولانا مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔مولانا سید احمد سے گلستان و بوستان اور عربی کتب پڑھیں۔بعدازاں چار سال جامعہ خفیہ کوٹ رادھا کشن تحصیل چونیاں میں مولانا مفتی محمد نواز اور مولانا محمد عبدالعزیز سے پڑھا۔ایک بار پھر جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں میں درس نظامی کی بڑی کتب پڑھیں۔جن میں جلالین شریف،توضیح تلویح،دیوان مماسد،دیوان متنبی،شرح عقائد،خیالی وغیرہ۔مولانا مفتی فیض احمد چشتی سے اور مولانا مفتی محمد حسین شوق سے ہدایہ و مشکوٰۃ شریف وغیرہ پڑھیں کچھ اسباق مولانا قاضی نور احمد سے پڑھے۔وہ بہت لائق،محنتی اور خوددار استاد تھے۔

دورہ قرآن پاک 1959ء میں جامعہ غوثیہ وزیر آباد میں پڑھا۔اساتذہ کرام میں ابوالحقائق حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی،مولانا محبت النبی اور مولانا عبدالرزاق سے پڑھے۔1960ء میں محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابوالفضل الحاج محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث شریف جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد سے پڑھا۔

جامعہ خیر المعاد قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ملتان میں تدریس درس نظامی کا سلسلہ حضرت مولانا حامد علی خان کی وفات کے بعد شروع کیا اور تقریباً 1997ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔جہاں مہتمم قاری بہاؤ الدین المعروف محمد جہاں تھے۔نامور شاگردوں میں مولانا غلام حسین شیخ الحدیث مولانا محمد اقبال چشتی اور مولانا محمد اقبال سعیدی قابل ذکر ہیں۔

آخر میں ملتان سے "جامعہ دارالعلوم محمودیہ رضویہ پپلاں "میں درس نظامی کا آغاز کیا جو 2014ء تک جاری رہا۔بعد ناسازی طبع کے باعث یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔نامور طلبہ میں مولانا محمد خان،مولانا مفتی محمد صدیق کمالوی،مولانا حافظ محمد شریف،مولانا عبدالمجید،مولانا محمد ایوب،مولانا حافظ محمد جمال،مولانا محمد آصف،مولانا مختار احمد دیگر بہت سے طلبہ

شامل ہیں۔

☆حضرت علامہ مقبول احمد چشتی مکھڈ وی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ مولانا مقبول احمد چشتی ولد حافظ محمد اسحاق قوم آہیر موسیٰ والی میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ بہت چھوٹی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔درس نظامی کی ابتدائی کتب یہیں پڑھیں اس زمانہ میں جامعہ محمودیہ رضویہ پپلاں میں دور دراز سے طلبہ آتے تھے حضرت علامہ مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ،حضرت علامہ سید احمد اور حضرت علامہ مفتی محمد نواز پڑھاتے تھے۔آپ کو بھی حصول علم کا شوق تھا۔ان اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمیذ ہوئے۔آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب یہیں پڑھیں۔

جب حضرت علامہ مفتی محمد حسین شوق رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ نے جامعہ اکبریہ میانوالی کا رخ کیا جہاں اس وقت علامہ نذیر احمد الباروی اور حضرت علامہ عبدالغفور پڑھاتے تھے۔اس کے بعد آپ مکھڈ شریف چلے گئے جہاں شمس العلماء رعطا محمد بندیالوی مسند تدریس پر فائز تھے آپ نے ان سے درس نظامی کی کتابیں بالخصوص علم منطق اور فلسفہ مکھڈ شریف میں رہ کر پڑھا۔اس کے بعد آپ حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی کے در اقدس پر پہنچ گئے اور ان کی شاگردی اختیار کرلی۔آپ کے کچھ اسباق حضرت علامہ مولانا محمد اشرف آصف جلالی سے ۔۔۔۔۔۔شریف میں قبلہ علامہ عطا محمد بندیالوی سے پڑھے۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں جامعہ محمودیہ رضویہ میں باقاعدہ صبح سے لے کر دوپہر تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے جبکہ سکول ڈیوٹی کے زمانہ میں عصر کے وقت تشریف لاتے اور طلبہ کو اسباق پڑھاتے۔۔۔۔۔۔حفظ اور درس نظامی والے طلباء شامل ہوتے تھے۔بندہ ناچیز نے بھی ابتدائی کتاب آپ سے پڑھیں۔

حوالہ جات

۱۔مفتی محمد حسین شوق۔مسودات اردو سرائیکی۔

۲۔مولانا حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ۔نجم الرحمن

۳۔مولانا حافظ غلام محمود رحمۃ اللہ علیہ۔تکملہ عبد الغفور۔

۴۔عبدالحکیم شرف قادری۔مرتب تذکرہ اکابرین اہل سنت پاکستان۔استقلال پریس لاہور

۵۔شاہ حسین گردیزی۔تجلیات مہرانور۔مکتبہ مہریہ، گولڑہ شریف۔اسلام آباد 1992ء

۶۔محمد اجمل نیازی۔ڈاکٹر۔بازگشت۔سنگ میل پبلی کیشنز لاہور۔1989ء

۷۔عبدالکریم قاسم۔مسودہ تاریخ پپلاں ضلع میانوالی

۸۔عبدالکریم قاسم۔مسکار۔نیلاب ادبی اکیڈمی پپلاں۔1991ء

۹۔پروفیسر علامہ ریاض محمود۔دین اسلام میں دہشت گردی۔جبر و تشدد کی ممانعت۔شعبہ نشر و اشاعت تحریک اہل سنت ۔پپلاں

۱۰۔پروفیسر علامہ ریاض محمود۔بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ندا اور مدد مانگنے کا جواز

۱۱۔ڈاکٹر مہر عبدالحق۔تھل۔لوک ورثہ۔اسلام آباد۔پاکستان

۱۲۔مفتی محمد حسین شوقؔ۔مرتب: علامہ ریاض محمود۔کلام شوقؔ۔مکتبہ محمودیہ پپلاں۔دسمبر 2004ء،

انٹرویوز:

۱۔پیر طریقت حضرت محمد صدیق سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھور شریف۔عیسیٰ خیل

۲۔شیخ الحدیث مفتی مشتاق احمد چشتی گولڑوی۔اسلام آباد

۳۔شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد شریف رضوی۔بھکر

۴۔مولانا محمد اشرف چشتی گولڑوی۔جہانیاں ضلع خانیوال